

قرآنہ کھرن

محبت سسرور سستہ ہے

کے ساتھ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے اس کا دماغ طے شدہ پروگرام کو تیزی سے بدل چکا تھا۔ اک موڑ سے ذرا آگے اس نے ایک ہینڈ بریک لگا کر کار کی کھڑکی سے باہر اس گھر کی جانب دیکھا جس کے متعلق وہ وثوق سے کہہ سکتا تھا کہ اس جیسی خوب روٹی اور کشش دنیا جہاں کی کسی دوسری عمارت میں ہو ہی نہیں سکتی۔

محبت بھری اس کیفیت کو سانس میں سمون کر اپنے اندر تک کھینچتے ہوئے اس نے اپنے گھر کے ارد گرد پھیلے مکانات پر ایک اپنائیت بھری نگاہ ڈالی، سیدھے

جب وہ اپنے شہر میں داخل ہوا تو رات ابھی ابتدائی مراحل میں تھی۔ وہی پر رونق لاہور وہی ٹریفک سے اتنی سڑکیں، مگر اس باریک بینی پر اس کی اندرونی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ تاحال اس شہر اور پھر اپنے علاقے میں آکر بھی اس نے وہ مخصوص طمانیت محسوس نہیں کی۔

قدرے ناہموار سڑک پر لاہروائی سے گاڑی بھگانے کے نتیجے میں لگنے والے جھٹکے سے اس کا پایاں ہاتھ بے ساختہ کندھے کے بیک پر لگا کر اسی جگہ گہرائی میں اک ٹیس کی اگلی ٹی، اب یہ ہوا کہ احتیاط





وہ لڑکی یہ جاننے کی کوشش بھی تو کر سکتی تھی پھر اس کے بعد، اس سوچ کے ساتھ ہی سردی اس کی گاڑی میں یوں صس آئی جیسے گاڑی کی چاروں کھڑکیاں بے کار ہو چکی تھیں۔

☆☆☆

ایسٹ کینال روڈ کے پہلو میں ایک ایسی کالونی تھی جہاں دن رات کے کسی بھی حصے میں کوئی بھی با آسانی جاسکتا تھا، وہ اس شہر کی بیسیوں کالونیوں جیسی ایک آزاد کالونی تھی۔ کینال روڈ کے مغربی سمت آباد کالونی کی دیوار تقریباً چودہ فٹ بلند تھی دیواروں پر خاردار تار تنسی تھی۔ اس کالونی کے داخلی اور خارجی گیٹ پر سسٹم گاڑی تعینات تھے کہ وہاں بنا شناخت کے کوئی بشر یا گاڑی داخل نہیں ہو سکتی تھی۔

آزاد کالونی کے رہائشیوں کو کاروبار، جائزہ، کالج، یونیورسٹی، غرض کہ ہر کام کے لیے ویسٹ کینال روڈ پر اس کوڑا کالونی سے آنا سامنا لازمی تھا جہاں جدید طرز تعمیر پر بنی کوشیوں میں بڑے بڑے نامور لوگوں کو آباد ہوئے ایک دہائی گزر چکی تھی۔ ان میں سے پچاس پرسنٹ آزاد کالونی سے اٹھ کے آنے والی وہاں کی کریم تھی، جن میں سے اکثریت کے اپنے پرانے تعلق داروں سے روابط اب نہ ہونے کے برابر تھے کچھ لوگ وہاں سے کوچ کر جانے والوں کے گریز کو حق بجانب سمجھتے تھے کہ یہاں سے شہنشاہی کرنے والے اپنے عہدوں اور حیثیت کے لحاظ سے بھرپور سوسائٹی کوڈز رو کرتے تھے۔

کچھ ایسے بھی تھے کہ روزانہ کی بنیاد پر بھی گزر ہوتا تو انہیں پرانی تعلق داریاں اور رشتے ناتوں کا ماند پڑ جانا بے چین کرتا تھا۔

ان میں سے ناریل کے درختوں میں گھرے شان ہاؤس کی مالکن سنرا سنر بھی تھیں۔ قیمتی پھول پودوں سے ڈھکی کوڑا سوسائٹی کو دیکھ کر ان کے لبوں سے بھی نہ بھی یہ حسرت پھسل ہی جاتی کاش! اس وقت ہم بھی سمجھ داری سے کام لیتے تو آج اس شان دار سوسائٹی کے رہائشی ہوتے، ان کی کاش میں حسد

اونچے ناریل کے درختوں میں گھرا، اخروٹی رنگ کے پھروں سے مزین آؤٹ لک سے نگاہ بنا کر گیٹ پر لگے تالے کو دیکھا۔ اس کا گھر دو ماہ سے بند پڑا تھا۔ وہاں دائیں بائیں پھلے دوسرے گھر ان کے قریبی رشتہ داروں کے تھے۔ جانتا تھا کہ ان کی آمد کی خبر پاتے ہی اس کے عزیز و اقارب نے یہاں دھاوا بول دینا تھا، عام حالات کی چٹھی پر ایسے ان کا التقاتل خوب بھاتا تھا لیکن آج کل وہ جس قسم کی غیر یقینی تکلیف سے دوچار تھا تو سارا وقت صرف اپنے ساتھ گزرا جاتا تھا۔

گاڑی کو مختاط روی سے کالونی کے خارجی راستوں بڑھاتے ہوئے ان گھروں کی سنائی اس کے لیے حیران کن نہیں تھی۔ مختصر ادیبے والی سردی نے لوگوں کو جیسے گھروں میں گھسنے پر مجبور کر رکھا تھا ورنہ یہاں عزیزوں یا جاننے والوں میں کوئی بھی اسے دیکھ لیتا تو یہاں سے فرار ناممکن تھا۔

ٹھوڑی دیر بعد بلاک سیون البیون کی تاریک گھیاں پیچھے رہ گئیں جہاں دن یا رات کے کسی بھی حصے میں کوئی بھی با آسانی آ جاسکتا تھا۔ مین سڑک سے ہل کر اس کر کے اسے ویسٹ کینال روڈ پر چڑھنا تھا ابھی وہ ہل کے وسط میں تھا کہ اس کے سیل سے پھوٹا شور ایک پیغام لایا تھا۔

”واپس کیوں جا رہے ہو۔“

پیغام سننے کے بعد شان اسٹرنے خود کو اس گاڑی کے بجائے پیچھے رہ جانے والی کسی مغربی ہوئی گلی میں کھڑا پایا۔ ہل کر اس گلی کی گاڑی اب ویسٹ کینال روڈ پر بھی اس کی نگاہ سڑک کے ساتھ ساتھ اس دیوار کی جانب آئی جو تقریباً بارہ چودہ فٹ بلند تھی۔

یہاں کسی میوٹر، قاصد اور راز دار کے ایک پیغام وہ وصول کر چکا تھا، اس چودہ فٹ اونچی دیوار کے پار رہنے والی کا پیغام پڑھ کر آج پہلی بار اسے اس دماغ پر شدید قسم کا غصہ آیا جس نے موہاں نامی اس فتنے کو ایجاد کیا تھا۔ وہ اس کی چٹھی سے متعلق باخبر ہو سکتی تھی مگر وہ اسے ٹریس کر رہی تھی۔

اس نے ارجنٹ میں چٹھی لی تھی تو کیوں؟

۔ اسی طاقت اور اختیار کے ساتھ رہیں گے جو اس خاندان کو
لےنے والے عہدوں کی بنا پر ان کے پاس ہے۔“
اس نے دو ٹوک لہجے میں جو کہا تھا وہ صرف
ایک خواہش کا اظہار نہیں تھا۔

آنے والے وقت میں اس نے باب کو ثابت
کر دکھایا کہ چھوٹے گھر کے مالکوں کا عہدہ اگر بڑا ہو تو
گھر میں لگے پیڑ پودے آپ کی غیر موجودگی میں بھی
ہرے بھرے رہتے ہیں جب آپ اس پڑوس میں بسنے والے
بھی انہیں کھا دیا پانی دینا واقعی ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔

☆☆☆

وہ شخص جو اپنی عمر کا آخری حصہ بھی اپنے آبائی
گھر میں اپنے ساتھ پروان چڑھنے والے نارمل کے
درختوں کے ساتھ بتانے کا طلب گار تھا۔ ابھی کچھ دیر
پہلے ہی وہ ان پیڑوں کا حال احوال جانے بتا ہی
واپس لوٹ آیا تھا۔

وہ اس وقت کورڈ کالونی کے سامنے تھا، رات
اب ابتدائی مراحل سے آگے بڑھ چکی تھی۔ وہ
جب، جب یہاں سے گزرتا تو نگاہ خار دار تاروں
سے تھی ان دیواروں سے الجھ کر دماغ کے نام ایک
پیغام چھوڑی۔ ”تمہاری گاڑی کا یہاں دم لینا کچھ متی
تو رکھتا ہوگا؟“

اس کی گاڑی کا یہاں دم لینا جو بھی معنی رکھتا
ہو۔ آج ایسا ہوا کہ گاڑی کی رفتار یہاں سست پڑی تھی
اسے دل دو مارے سے کوئی پیغام وصول ہوا، وہ گب آیا
ہے، کہاں رکھتا ہے، کہاں جاتا ہے وہ برسوں سے جتنا
چلی آ رہی تھی کہ وہ اس سے باخبر رہتی ہے۔

بات صرف جتانے کی حد تک رہتی تو سب ٹھیک تھا
اسے اپنی خبر گیری کی روانہ گرا کر اچھا نہیں لگتا تھا تو برا بھی نہیں
لگتا تھا لیکن جب وہ ہزاروں میل کی دوری پر بھی اس
کے معمولات زندگی سے آگاہی پا کر پس پردہ اس کی
خواہشات کی راہ میں روڑے اٹکانے لگی تو وہ چونکا۔

وہ خبر گیری کی حدود پھلانگ رہی تھی اور یہ شان
کے حق میں برا تھا۔ اس لڑکی کی ایسی حرکتوں پر صرف
جھنجھلاہٹ ہی نہیں اس پر غصہ بھی سوار تھا، وجہ جو بھی

نہیں ایک رشک برائے تھا۔
”وقت وقت کی بات ہے پیگم کہ ہماری کالونی بھی
کبھی شان دار کھلائی تھی۔“ ان کا شوہر بھی کبھار یہ
جواب دینے کے بعد خاموش سا ہو جاتا اس لیے نہیں کہ
وہ جانتا تھا کہ سالوں پہلے جب اس سوسائٹی کی بنیاد رکھی
گئی تھی تو اس کے نقشے میں امیر امراء کی ترجیحات سے
منسلک ہر آسائش کو مد نظر رکھا گیا تھا جس کی بنا پر اس
وقت بھی وہاں پراپرٹی کے ریٹ آسمانوں کو چھو رہے
تھے۔ وہ بڑی کی جذباتیت سے بھر پور آہوں کے باوجود
اپنی اس گفتگو کو یاد رکھتا تھا جو اس سال قبل اس نے اپنے
بیٹے سے کی تھی۔ ”اگر تم بھی نئی سوسائٹی میں رہنے کے
خواہش مند ہو تو وہ شراکت دار جو ہمارے تمام مشترکہ
اثاثوں میں سے ہمارا حصہ خریدنے میں دو چکی ظاہر
کرتے ہیں، میں ان سے بات کر لیتا ہوں۔“

اپنی اس فرخاندانہ پیشکش کے جواب میں اس
کے بیٹے نے خاصی دیر کی سوچ بچار کے بعد کہا تھا۔
”میں آپ کی بات سمجھ سکتا ہوں بابا لیکن.....“

وہ جانتا تھا کہ اس کا باپ یہ سب کس وجہ سے
کہہ رہا تھا۔ ان کے بالکل سامنے والے گھر میں
رہائش پذیر فیملی اب کورڈ کالونی میں شفٹ ہو چکی تھی
اس کے باپ کے خیال میں صرف وہ میاں بیوی ہی
نہیں، سنان بھی اس فیملی سے بہت زیادہ الجھتا تھا،
باپ اس کی انچھٹ کو جس نظر سے دیکھ رہا تھا تو شکر
گزار تھا کہ اس کا بیٹا ایک صاحب جائیداد اور نمایاں
حیثیت کے حامل خاندان کا حصہ بن جائے گا۔

ساتھ ہی پریشان بھی تھا کہ جگہ بدل جانے سے
اگر لڑکی کی جذباتی وابستگی بھی بدل گئی تو؟ اس ایک
نقصان سے بچنے کی خاطر وہ اپنے تمام اثاثے بیچنے کو
تیار تھا، وہ باپ کی بات سمجھ چکا تھا۔

”لیکن.....“ وہ اس کا چہرہ کئے جا رہا تھا.....

اس کا باپ یقیناً عام لوگوں کی طرح سوچتا تھا۔

”سودا گھر کے گھر کے آس پاس ان ہی جیسا بڑا
گھر خرید لینا ایک عام سی بات ہوگی۔ اسی لیے ہم نہیں
نہیں جارہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ہم جہاں رہیں گے

ہو آج اس راہ سے گزرتے ہوئے اسے ماں کی گفتگو یاد بھی جب وہ یہاں سے گزر رہے تھے۔

”زیبا سے رابطے میں رہتے ہو؟“ ٹھیک اسی جگہ پر ماں نے اچانک پوچھا تھا.....

اس بات کے جواب میں کچھ تھا جو اس نے سہولت سے چھپا لیا تھا، صرف اتنا کہا۔

”ہاں جب ریسا سود کا میاں کی کل کوئی تیر مار لیتی ہے تو اپنے دوستوں سے داد وصول کرنا اپنا حق سمجھتی ہے۔“

اس کے ان الفاظ میں شاید طعنے نمایاں تھا جو کسی بھی جذبے کے برعکس آواز یہ حاوی تھا، اسی لیے اس کے باپ نے بے اختیار سا ہنر بغور اسے دیکھا۔ تو

گویا ان دونوں کے درمیان بچپن سے موجود وہ مقابلہ بازی جیسے آج بھی قائم وہاں تک تھی۔

”بس اتنا سا رابطہ.....؟“ ماں کی آواز میں ابھرتی بے یقینی اور مایوسی کو محسوس کرنے کے باوجود

اس نے بلا تامل ایک دوسری زبان کا لفظ ادا کیا۔

فرنٹ سیٹ کی بیک سے پشت لگاتے اس کے باپ کے اندر اپنی بیوی کی طرح بے یقینی اتری تھی نہ

مایوسی نے سراٹھایا تھا۔ اس کے بیٹے کے بڑا افسر بننے کی وجہ ریسا سود ہی تھی۔

اسے یاد تھا کہ وہ دونوں بچپن سے ہی ایک دوسرے کو ہرانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کرتے تھے۔

☆☆☆

وہ دونوں ڈرانگ روم کے سب سے بڑے صوفے پر اس طرح سے بیٹھی تھیں کہ بچ کی ساری جگہ خالی تھی۔ ایک کے انداز نشست میں میرزاں جیسا

مالکانہ برتاؤ تھا۔ اس کے ہاتھ میں مہنگا ترین فون تھا۔ اس کی نگاہیں اسکرین پر جمی تھیں دوسری مہمان بھی

ملاقات کے آغاز سے اب تک ان کے بیچ ہونے والی بات چیت کسی ذہنی نوعیت کی نہیں تھی گویا یہ ایک

پروفیشنل میٹنگ تھی۔ صوفے کے کنارے پر جمی وہ مہمان گہرے رنگ کی شال کو کندھوں پر جماتے

ہوئے اسی کی طرف متوجہ تھی۔ قیمتی فون کی مالک لڑکی

نے ہاتھ میں پکڑا موبائل ہونٹوں کے قریب تر کیا، اس ایک جملے کے واکس بیج نے کندھے پر شال جمائی

دوسری لڑکی کو یکایک جاہد کیا۔

وہ دوست مزاج نہیں تھی بالقرض ہوتی بھی تو اپنی میزبان کو اس کے کسی بھی عمل پر روکنے ٹوکنے جیسی

بے تکلفی نہیں برت سکتی تھی، وہ اس لڑکی کے ماتحت کام کرتی تھی۔ وہ اسے روک نہیں سکتی تھی تو بے تحاشا

حیرت کے بعد ششدر تھی۔

ابھی دس منٹ پہلے اس کی باس اپنے کسی بندے کو جس گاڑی کو قائلو کرنے کا آرڈر دے رہی تھی۔ اس کا نمبر بتاتے ہوئے اس کی یاڈی لینکویج

میں ایک محسوس ہونے والی معنی خیزی تھی تو کچھ میں آتا تھا جیسے وہ گاڑی کسی دوست کی تھی۔ وہ مہمان

لڑکی مزاج شاس بھی نہیں تھی مگر اس کا اندازہ یہی تھا کہ ایس ایس بی ریسا سود کا وہ واکس بیج بھی اسی

گاڑی والے کے نام تھا گھونٹ گھونٹ چائے پیتی وہ مہمان لڑکی آنکھوں میں حیرت لیے اسے نکلے جارہی

تھی حیرت آفسر ریسا پہ غالب آئے کسی رنگ کی وجہ سے نہیں تھی۔ اس حیرت و بے یقینی کی وجہ کچھ اور تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس بنگلہ نما کے گھر سے باہر آئی دکھائی دی۔ اسے یاد نہیں تھا کہ پچھلے بارہ مہینوں میں وہ

یہاں کتنی بار آچکی تھی۔ یہ سوسائٹی جو حدنگاہ روشن تھی۔ اس کا یہ ایریا تاریکی میں بھی ڈوبا ہوتا تو اسے سب ازیر

تھا۔ پارک کے اختتام پر وہ روڈ چھوڑنے کے بعد موڑ مڑتے ہی اس نے چہرہ اوپر کیا۔

اس کی نگاہ ایک نو تعمیر شدہ فائیلور مارٹ کی پیشانی پہ گئی۔ جہاں ایک گھڑیاں نصب تھا۔ وہاں

گھڑیاں کی چھوٹی سوئی آٹھ کا ہندسہ چھونے لگی تھی۔ ٹھیک اسی وقت جب گھڑیاں کی دونوں بڑی سوئیوں

نے بارہ کا ہندسہ بچ گیا تو پیچھے سود ہاؤس میں اپنے روم کا دروازہ وا کرنی ریسا کے فون پر کال آئی ہے۔

”سوری میم وہ گاڑی مجھے ڈانچ دے کر کہیں اوجھل ہو چکی ہے۔“

وہ مہمان لڑکی چونکہ واپسی کے راستے پر تھی پارک

کہہ سکتا۔

”ایسا نہ ہو کہ میری بیوی رقص کے تمام اسٹیپ بھلا دے۔ اپنے گھڑیاں کی میوزک کو بحال کروا دیا۔“

☆☆☆

ایک ماسٹر آف سیرکاپلان اپنے ماتحت عملے کی محنت اور ہنرکاری کے باوجود اس آفسر کے اپنے کسی ذاتی مفاد یا پھر جذبات کی بنا پر قتل ہو جاتا ہے تو سب سے پہلے اس ناکامی پر اس مشن پر کام کرنے والا اس کا ماتحت عملہ چونکتا ہے۔ ان کا چونکتا ہی اس عہدے دار کی بردباری اور مضبوطی میں پہلا شاکف ثابت ہوتا ہے۔

صرف دس چدرہ منٹوں کے اندر اسے اندرون شہر اس اپارٹمنٹ بلڈنگ کے پارکنگ ایریا میں ہونا چاہیے تھا جہاں شان اسفر کی آمد متوقع تھی، رہا کیا حکم بجالانے والا وہ حقائق کارنے آڈر کے تحت گاڑی اندھا دھند بھاگ رہا تھا جبکہ اس کی سوچ کی ہر چھوٹی بڑی سوئی وہیں چسپی تھی۔

اس کی عملی صرف یہ تھی کہ وہ ماتحت تھا اور ہر بات کے جواب میں صرف کس قسم کہتا تھا۔

”اگر مجھے اپنی نوکری کی پرواہ نہ ہوتی تو میں اس الو کی بچی کو اپنی زبان میں سمجھاتا کہ بی بی ہمارے ذمے لگائی ڈیوٹی کا رزلٹ آنے تک ہی اپنے جذبات پر قابو رکھا کرو تو شاید تمہاری سمجھ میں آجائے کہ غلطی کون کرتا ہے۔“

ایک اشتعالی قسم کی خودکامی کے ساتھ اس نے اس قدر تیزی سے موٹر کا ٹاٹا گاڑی میں بیٹھا دوسرا شخص ہٹا دیا کہ وہ گھبرا کر اس کی وجہ ریش ڈرائیونگ یا وہ خطرناک موٹر نہیں تھا۔ وہ دونوں کئی سالوں سے ایک ساتھ کام کر رہے تھے۔ آج پہلی بار تھا کہ اس نے اپنے اس سینئر کو اس قدر بے اختیار ہو کر کسی افسر کے بارے میں یوں بک جھک کرتے سنا ہو۔

اپنے سینئر کی اسی بے اختیاری کی بنا پر اس کے ساتھی کو شہلی۔

”چل پھر آج یہ بتا ہی دے، سنان نامی اس بندے کے لاہور آنے پر تو جو اس کے پیچھے خوار ہوتا

سے اگلا موٹر مرنے کے بعد، پھر گھڑیاں پر نگاہ ڈالنے کے بعد وہ آگے بڑھتے ہوئے ایک بار پھر ٹھٹھک کے رکی، جیسے پلٹ کر کچھ ڈھونڈنا چاہا ہو، مارٹ کے ماتھے پر نصب گھڑیاں نے وقت کا اعلان کرنا تھا، وہ بھی ایک مخصوص ٹن ٹانٹن کے ساتھ۔ اپنی مثال کے سڑک چھوٹے سیاہی مائل ہینر پلو سے بے نیاز ہو دی کی جیبوں میں ہاتھ گھسائے کچھ گارڈ کے سامنے سے گزری وہ لڑکی نہیں جانتی تھی مارٹ کے پیچھے اکلوتے درخت کی کسی غنی شاخ پر اپنے گھونسلے میں رہائی ایک جوڑا گھڑیاں کی خاموشی پر صرف حیران ہی نہیں اداس بھی رہنے لگا تھا۔

پرنسوں کے اس جوڑے کی اداسی سے بے خبر تیز روئی سے سڑک کے کنارے چلتی وہ سوچے جارہی تھی۔ اس پورے سال میں یہ پہلی بار ہوا تھا، ٹرکیوں ہوا تھا۔ اپنی ریپویشن کے لحاظ سے ایک ڈین اور کامیاب آفسر کی چھوٹے سے چھوٹے پلان میں بھی اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی تھی۔

پیچھے سوڈ ہاؤس میں جا میں تو وہ پولیس آفسر اس تعاقب کرنی کار کو کال پر لے کر اپنا تمام غصہ اس پر نکال رہی تھی۔

”تمہاری یہ ناکامی صرف اور صرف تمہاری غفلت اور سستی کا نتیجہ ہے۔“

کورو کالونی سے باہر سرد راستے پر پانچ دس منٹوں کی مسافت کے بعد وہ ایک لوکل مسافر دین میں سوار ہو چکی تھی۔ اندر خاصی فربہ خاتون کے ساتھ بس تھوڑی سی جگہ ملی۔ اندر قدرے حدت کے باوجود وہ صرف سرد ہی نہیں مضطرب بھی تھی اس کی دین اب کینال روڈ چھوڑ چکی تھی۔ ورنہ وہ واپس جا کر اپنی آفسر سے کہہ سکتی تھی۔

”کہ غلطی اس تعاقب کار سے نہیں تم سے ہوئی ہے۔“

کیا یہ ممکن تھا؟ اور کیا یہ ممکن تھا کہ گھونسلے میں اپنی مادہ کی اداس شکل دیکھ کر اس کا زہرندہ مارٹ کے مالک سے جا کر

جو گھونسلے میں بیٹھے برندے کو نہیں بتا سکتا تھا کہ ہمارے گھڑیاں بالکل ٹھیک ہے مسٹر۔ بات یہ ہے کہ صاحب اقتدار لوگوں کی اس کالونی میں ایک عہدے دار کی گھر والی کو جانے کیوں یہ شن شن کی آواز ڈسٹرب کرنے لگی تھی تو ان کے لیے بے چارے گھڑیاں کی آواز ضبط کروالینا ایک معمولی سا کام تھا..... تمہاری مادہ بھٹلے رقص کے سارے گرجھول جائے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

وہ اپنی بیٹی کے مشکل سوال کا جواب دے سکتا تھا مگر اس کو غلط فہم دیکھنے کے بعد اس نے غیر متوقع سی بات کی۔

”میری دکان اور محلے کی لکیوں کی نسبت ہمارا گھر زیادہ سرد ہوتا ہے۔“

آج سے قبل بھی وہ دونوں اکثر ایک ساتھ گھر آتے تھے آج اس کے باپ نے اپنی بھاری جیکٹ میں سمیٹے ہوئے جس طرح سردی کا اظہار کیا تھا۔ وہ فی الفور مان گئی کہ آج ان کا گھر زیادہ سرد تھا۔ وہ یکا یک فہم مند ہوئی۔

”آپ وضو کر کے کمرے میں جائیں اور سمجھیں کہ چائے تیار ہے۔“

اسے باپ سے صرف محبت ہی نہیں تھی وہ اس کی پرواہ بھی کرتی تھی سوائے سوال جواب بھول بھال کر بچن کی جانب لپکی، محلے صحن کے وسط میں کھڑے اس کے باپ نے اسے اوجھل ہونے تک دیکھا، وہ دنیا کے جھوم میں اپنے لیے ایک راستہ بنانے کی تگ و دو میں تھا۔

وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔ شاید اس بھیڑ میں اسے اپنے سوال کا جواب بھی مل ہی جائے گا مگر نہ وہ اسے بتا سکتا تھا۔ اختیار اور طاقت کی اس جنگ میں گھونسلے میں منہ لٹکا کے بیٹھے جوڑے کی اداسی بھی بے معنی تھی اور سرد راستوں پر چلتی اس کمزور ہلکتے کی لڑائی کا سفر بھی بے معنی تھا۔ لیکن جب تک وہ پر امید تھی اس کا باپ اس کی جیت کے لیے پر امید تھا۔

☆☆☆

ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تیرے جیسے لہجے دار اور ٹریڈ بندہ اس کو پکڑ کے اپنی میڈم کے حضور بھی پیش کیوں نہیں کر دیتا۔“

اس کے سامنے نوجوان نے کسی پتے کی بات کی تھی اس بات پر صرف جھنجھالی ہی نہیں مسکرایا بھی جاسکتا تھا۔ اسے اپنی نوکری کا خیال تھا وہ وہ اسے بتا سکتا تھا کہ یہ میری لیڈی افسر کا پرانا محلے دار ہے یا جو کچھ بھی لگتا ہے اسے پکڑنے کا کچھ فائدہ نہیں کیونکہ میڈم صاحبہ اس شخص کے ٹھکانے پر اس کے حضور خود ہی پیش ہو جاتی ہے چونکہ اسے اپنا گھر بار چلانا تھا جس کے لیے افسروں کے ذاتی معاملات پر خاموشی ضروری تھی۔

”اطاعت اپنی جگہ مگر آج کے دور میں اپنے دماغ کا استعمال بھی ضروری ہے۔“

اس نے خاموشی توڑی اور اپنے ساتھی کو مفید مشورے سے نوازا۔ وہ اس کے مشورے پر سبھل کر سیدھا ہوا۔ سمجھنے اور چونکنے کے بعد لفظ ”نہیں سر“ صرف مجبوری کی شکل ہے پھر آپ اس سے اگلے مرحلے میں چلے جاتے ہیں۔ مسلسل سمجھنا..... مسلسل چونکنا..... اور پھر مسلسل پانی کے کرتے رہنے کا نتیجہ بھی ساری دنیا جانتی ہے۔

☆☆☆

اپنے مطلوبہ اسٹاپ پر وین چھوڑنے کے بعد اپنے محلے کی مرکزی گلی میں آکر جمی وہ چنی طور پر غیر جانگیز، یہاں تک کہ وہ ایک چھوٹے سے جنرل اسٹور تک پہنچ گئی۔ وہ اسٹور کے قریب آئی تو کاؤنٹر پر کھڑے مرد نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا پھر دکان سے باہر آکر شٹر کرانے لگا جیسے وہ اس کی واپسی کا منتظر تھا۔

”ایس ایس بی رہانے ایسے اچانک کیوں بلایا تھا؟“ اس مینگ کے متعلق بات کرنے کے بعد اس نے بات بدلی۔

”ان بڑے بڑے افسروں کو اپنی غلطی کا احساس تو ہو جاتا ہوگا۔“ جب وہ گھر کا دروازہ کھول رہی تھی تو اس نے اپنے باپ سے سوال کیا۔

اس کا باپ کی پانچ منزلہ مارٹ کا مالک نہیں تھا

کوئی مجھے میری مرضی کے خلاف ڈھونڈ سکتا ہو۔۔۔ ناممکن۔۔۔“

اس کی انگلیاں یہ الفاظ تائب کر رہی تھیں تو اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز قسم کی ہنسکراہٹ بھی۔ وہ شخص بلا کا حراج شناس تھا پھر وہ تو اس کے ساتھ پروان چڑھنے والی رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ دوسری غلطی بھی ضرور کرے گی۔ اس کی گاڑی جس اپارٹمنٹ بلڈنگ کے آگے ریک رکھی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس بلڈنگ کے پارکنگ ایریا میں وہ تعاقب کار بھی کہیں موجود ہوگا۔ میج کلک کرنے تک وہ اپارٹمنٹ بلڈنگ کا مرکزی گیٹ تقریباً چھوڑ چکا تھا۔

دوسری جانب پرندوں کے جوڑے کو اس کرنے والی کالونی میں سودھاؤس کے ایک بیڈروم میں کھلی واردہ روپ کے سامنے کھڑی لڑکی کی نگاہ کو ان لاتعداد لمبوسات میں سے کچھ خاص کی تلاش تھی۔

دفعتاً وہ میج ٹون پر پلٹ کر موبائل کی طرف آئی۔ وہ میج کھولتے ہی اس کے چہرے نے یک بارگی کئی رنگ پکڑے۔ غصہ، ضبط، جھجھلاہٹ اور..... اور..... محبت..... اس کے جی دار اور ٹریڈ تعاقب کار کو دوبارہ سے ڈانچ دینے کے بعد اب وہ ایک ایسے راستے پر تھا جو اس کے دیرینہ دوست ڈاکٹر باسل کے گھر کی طرف جاتا تھا۔

سرمائی اس طویل مدت میں جو بھی ہو رہا تھا، وہ پہلے سے مختلف تھا، وہ نا سمجھ اس کے گرد دیواریں کھڑی کر رہی تھی جو اے آزاد علاقے کا باسی تھا جہاں دن اور رات کے کسی بھی حصے میں کوئی بھی بنا اجازت کے آ جاسکتا تھا۔

وہ گھر میں ساتھ پروان چڑھنے والے نازیل کے درختوں کا بھی حراج آشنا تھا تو جان سکتا تھا کہ وہ ان کا حال احوال پوچھے بنا جس طرح دروازے سے لوٹ آیا تھا۔ اس نے اعتنائی پر وہ پیڑ پودے بے چین ہی نہیں بے یقین بھی ہوں گے۔ اس دل گرفتہ کے باوجود، کندھے میں پیٹے درد کے باوجود وہ اس آفیسر لڑکی کی حالیہ بات اجوائے کرنے کے موڈ میں

تھا جو اسکرین پر نقش پیغام کو سمجھنے کی کوشش میں تھی۔ وہ ایک با اختیار ہستی کا پیغام تھا۔ کھڑیال کی آواز ضبط کروا لینے جیسا حکم..... اس پیغام کو سمجھ لینے کے بعد اس نے گہرے سانس کھینچے ہوئے خود کو پرسکون کرنا چاہا جب بات نہیں بنی تو سرخ بڑتے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے دبا تے ہوئے وہ کھڑکی کی جانب آئی۔ شاید کمرے کی گرمی اس کے لیے ناقابل برداشت ثابت ہو رہی تھی۔ خود کو تسلی دینے کے باوجود کھڑکی کو پورا کھولنے کے باوجود، اس کا چہرہ جیسے آگ اگل رہا تھا۔ وہ اسے کیا جتنا چاہ رہا ہے۔

کھڑکی سے باہر اس نے جہاں تک دیکھنے کی کوشش کی سب واضح اور قابل ستائش تھا..... حدنگاہ روشن اس سوسائٹی کے عین سامنے سڑک کے پار اندھیرے میں ڈوبے علاقے میں رہنے والے اس شخص کو وہ اس کی منشا پر ڈھونڈ سکتی تھی۔

خاص اور عام اس مقابلے بازی میں، غصہ، ضبط، جھجھلاہٹ اور محبت میں سے محبت اس وقت آخری نمبر پر کھڑی تھی، پہلے نمبر پر ریسا سوڈھی جو آج بھی ستان سے آگے نکل جانے کی خواہاں تھی مگر مسئلہ یہ تھا، اقتدار اور اختیار کی اس جنگ میں چھوٹے گھر کا مالک وہ شخص اس کی نسبت طاقت ور ادارے میں بڑے عہدے پر فائز تھا۔

سرمائی اس طویل رات میں جو بھی ہو رہا تھا، وہ باقی سے مختلف تھا، خاصی دیر بعد چہرے کو چھوٹی خشکی نے اس کو قدرے پرسکون کیا تو غصے کا گراف نیچے آ گیا، جب گراف کچھ اور گرا تو ریسا سوڈ آخری نمبر پر بھی پہلے نمبر پر محبت کھڑی تھی۔ خود کو برتر سمجھنے والے ہر خاص پر آشکار ہونا چاہیے کہ محبت کرتے ہوئے وہ بھی عام انسانوں جیسی کیفیت کا شکار ہوتا ہے، اس کے پاس بھی صرف انتظار کا حق رہ جاتا ہے، عام سے لوگوں کی طرح..... لائن میں کھڑے..... سرد راستے پر چلتے اور اس پرندوں کے جیسا انتظار.....

☆☆☆

وہ دونوں کبھی کبھار جی ملتے تھے مگر رابطہ ایسا

سان نے ڈھکن اس کے ہاتھ سے لے کر دوبارہ شوگر پاٹ پر رکھا۔

اس کی حرکت پر باسط کو جھٹکا سا گیا، سان نامی یہ بندہ اور پھٹکی جائے تو یا قیامت قریب تھی۔

”تم نے ٹھیک کہا، اب جبکہ میں اپنی خواہش کے قریب ترین تھا تو اچانک پھوٹنے والی اس مصیبت کو میں خود پر بھی عیاں کرنے سے ڈر رہا ہوں۔“

یہ کہتے۔۔۔ ہی سان نے اسے اپنی پریشانی کی وجہ دکھائی تو اس کے لیے یہ دوسرا جھٹکا پہلے سے نہیں زیادہ شدید تھا، وہ اسے ہٹا کر گیا، بطور ڈاکٹر وہ اسے تسلی دے سکتا تھا کہ یہ گومڑا ایک عام سا پھوڑا بھی تو ہو سکتا ہے۔ وہ اس کا دوست بھی تھا تو سمجھ سکتا تھا کہ آج کل یہ معمولی سا پھوڑا بھی سان کے لیے قیامت جیسا تھا چونکہ یہ مشن اس کی پوسٹ کے شایان شان تھی تو اسے کماؤ کرنے جیسی ٹریننگ کے بعد اسے خطرناک تربیت یافتہ ایجنٹ میں شمار کیا جاسکتا تھا۔

”سالوں کی محنت کے بعد وہ اس بیماری کی وجہ سے رجحان تک بھی کیا جاسکتا تھا۔“

”خیال رہے باسط اوہ ٹیسٹ ہو یا علاج، اس سب کی رازداری میرے لیے زندگی اور موت جتنی اہم ہے۔ دوسری منزل کے بند کمرے میں بھی، وہ سرگوشیوں میں بات کر رہا تھا۔

رازداری برتنے کی یہ تاکید رسماً تھی۔ باسط کو یقین تھا کہ آپریشن یا علاج دونوں صورتوں میں وہ اپنی دل پاور کی بنا پر جلد صحت یاب ہو جائے گا، وہ ان تمام باتوں کے جواب میں بس سر ہلاتا ٹھنڈی چائے اٹھا کر نیچے آ گیا۔

جب دوبارہ تازہ جائے بنا کر لایا تو اپنی اور اس کی حد کو چھوٹی سنجیدگی یا پھر کمرے میں چھائی خاموشی پر اسے حسماً آ گیا۔

”میری مانو تو اب اس سے شادی کر لو ورنہ ایک سرکاری محکمے کا پیٹرول دوسرے سرکاری افسر کے لیے جس طرح ضائع ہو رہا ہے تو بے چارے عوام سے نہ سبکی روز قیامت کے حساب کتاب سے ہی کچھ ڈرو

مستقل تھا کہ اپنی روزمرہ کی ادھوری خواہشات کو پورا کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے کے مشغوروں کے محتاج رہتے تھے۔۔۔

سان نے اس کے گھر آتے اسے ہی کھانا آرڈر کرنے کو کہا تو ڈاکٹر باسط چونکا پھر پریشان ہوا۔ یعنی آج اس کا دوست کسی مسئلے کا شکار تھا۔

”تم اپنی کامل ترین اور سستی کی ماری بیوی سے اس وقت میرے کھانے کا ہو گے تو ہمیشہ کی طرح منہ کی کھاؤ گے، لہذا اچھے شوہر کی طرح فوری آرڈر کرو۔“

سان نے آج ایسا کچھ نہیں کہا یعنی وہ فریش نہیں تھا۔ ان کے درمیان یہ طے تھا کہ کھانا ختم کرنے تک وہ خاموشی کے ساتھ ڈاکٹر باسط کو سنتا تھا، پھلے وہ کسی آپریشن میجر کی روداد ہو یا پھر ملکی مسائل ہوں۔

کھانا ختم کرنے کے بعد جب چائے کا دور چلتا تو پانچ مرلے کے اس گھر کی دوسری منزل کے ایک کمرے میں وہ خاموشی کے ساتھ صرف سان کو سنتا تھا آج باسط جب چائے لایا تو ٹرے ٹیبل پر رکھنے کے بعد پھر سے ٹھنڈا۔

”میرا کپ الگ ٹرے میں لایا گیا۔“ سان نے یہ جملہ بھی نہیں دہرایا تو باسط کا وہم یقین میں بدلا، سان واقعی اب سیٹ تھا۔ ڈاکٹر باسط کو پھٹکی چائے پسند تھی اور سان پھٹکی چائے کا قطرہ بھی حلق میں لے جاتا گناہ سمجھتا تھا۔ آج ٹرے میں شوگر پاٹ بھی موجود تھا مگر اس کا دوست ذہنی طور پر غیر حاضر تھا۔۔۔

بساط جانتا تھا کہ غزہ میں ایک بڑے مشن کی کماؤ کے لیے اس کی سلیکشن اس کی محنت کی بنیاد پر ہوئی تھی اگر وہ شہید ہو جاتا تو اس کی سب سے بڑی خواہش پوری ہو جاتی۔ اگر وہ غازی لوٹتا تو اس کے کیریئر کی سب سے بڑی کامیابی اس کا عہدہ مزید بڑھا سکتی تھی۔

”اب جبکہ تم اپنے مشن کی تکمیل کے قریب ترین ہو تو وہ کون سی پریشانی ہے جو تمہیں خوش نہیں ہونے دے رہی۔“ شوگر پاٹ کا ڈھکن ہٹاتے ہوئے اس نے آنکھوں سے پوچھا۔۔۔

اس کی یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کے دوست کی تکلیف کی تشہیر کرنے والی وہ لڑکی اس کی زندگی میں کس جگہ پر تھی۔ دونوں کی چائے بات کے آخری حصے پر ختم ہوئی۔

ان دونوں کے تاثرات ایسے تھے جیسے غلطی سے ان کی چائے کے کپ بدل گئے ہوں۔

☆☆☆

اگلے ہی دن وہ اس کے حضور پیش تھی۔
 ”صرف یقین ہی نہیں اعتراف بھی کرتی ہوں کہ تمہاری مرضی کے بغیر تمہیں طلاق کرنا ناممکن ہے، اب یہ مت سمجھتا کہ میں تمہیں ڈھونڈتے ہوئے یہاں پہنچی ہوں۔“

وہ اسے راستے سے ہٹاتی اندر آئی۔ ”یوں سمجھو میں اس شخص کو اچھی طرح جانتی ہوں جولاء میں ہوتو بلاک سیون ایون یا اس ایپارٹمنٹ کے علاوہ کسی تیسری جگہ دوسری رات نہیں گزار سکتا۔“

وہ شفاف پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کرتا تو شاید اس کے سامنے کھڑی وہ لڑکی دفاعی گفتگو کے برعکس کوئی دوسری بات کرنی، فی الوقت وہ ریبا سوکو کو گھر میں چھوڑ کر صرف محبت کو ساتھ لائی تھی اسے مہینوں کے بعد دیکھنے پر بھی وہ پرشوق تھا نہ اس کی نگاہ بے حال تھی۔ وہ اس کا حال پوچھنے کے موڈ میں ہوتا تو وہ اس وقت اپنی بہن رادانی اور غلطی کی معذرت کرنے کے بجائے اس بس دیکھتے رہ جانے جیسا حق تو رکھتی تھی۔

”باقی ہوں کہ تمہاری پروفیشنل لائف کی حد تک بھی ماضی میں میں نے کچھ من مایاں کرنے کی کوشش کی ہوگی مگر یقین رکھو کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔“
 معافی طلبی اور ستر سولہ یقین دہانیوں کے بعد بھی وہ اس کی اداؤں پر سرفہرست یقین نہیں کر سکتا تھا، بہر حال یہ ضرور ہوا کہ اس کے ہاتھ کی بنی مزید راکانی پینے کے بعد جب اس کا موڈ قدرے خوش گوار ہوا تو ریبا نے ہلکی پھلکی باتوں کو ایک دوسرے رخ پہ ڈال دیا۔

”یار۔“
 یہ بات کرتے ہوئے اس پر طاری ممنوع سنجیدگی تو قائم رہی، مگر شان کا تہقہ بے ساختہ تھا کمرے کا سابقہ ماحول بحال ہونے ہی باسط پرانی جون میں لوٹا۔

”وہ جن کا حال احوال جانے بیانی بھاگ آئے ہو، ان کا کیا بنے گا؟“ شوگر پاٹ میں پچھڑ ڈالتے ہوئے وہ ہنسا تو اس کے لہجے کی شرارت قابل سمجھ تھی۔
 ”میرا بھانجنا تھا کیونکہ میں ناریل اور سمجور کے ان بیڑوں کو اپنی تکلیف بتا کر انہیں پریشان نہیں کر سکتا تھا۔“ یہ بات کرتے ہوئے اس پر طاری ممنوعی سنجیدگی تو قائم رہی مگر باسط کا تہقہ بے ساختہ تھا۔

”کیوں لگ رہا ہے کہ آج ریبا سوکو کے بجائے تم سچ سچ اپنے گھر کے بیڑ پودوں کی گھر میں جلا ہو۔“

جب وہ دونوں خوب ہنس چکے تو شان ڈرا سا سنجیدہ ہو کر گویا ہوا۔

”پچھلے چھ ماہ سے وہ میرے ٹکے میں اپنے فعال ذرائع سے میرے پروفیشنل معمولات کی خبریں اکٹھی کر رہی ہے، ان خبروں کی جوڑ جمع میں سے وہ اپنے باب اور کسی رشتہ دار کے اختیارات کی بنا پر میرے مستقبل سے بہت کچھ مانس کرنا چاہتی ہے جس میں سرفہرست غزہ کا مشن بھی ہو سکتا ہے۔“
 چائے کے ایکس ایک مھونٹ کے ساتھ وہ جو کچھ بتا رہا تھا تو گفتگو میں کمی کی جھلک تھی لیکن بات کے اس حصے تک اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا رہا کہ چائے صرف میٹھی ہی نہیں ڈالتے دار بھی ہے گوکہ بات ابھی نامکمل تھی جسے آگے بڑھانے سے قبل اس کا ہلکا لہجہ مزید دھیمہ پڑا، جیسے کہ ادھوری بات اک راز تھی۔

”وہ مجھے اس سفر سے روکنے کی خاطر کچھ بھی کر سکتی ہے، وہ باخبر ہوگئی تو میری اس تکلیف کی تشہیر بہت دور تک پھیل کر میرے سفر میں رکاوٹیں ڈال سکتی ہے۔“

باسط بہت دور تک کا مطلب تو سمجھتا تھا لیکن

بڑھانے کی حقیقت حال گویا بیان کر دی تھی۔
”بچوں کے انوکھا کاروں کے خلاف کوئی بھی عملی
قدم اٹھانے کے سلسلے میں اگر اب بھی پریشر نہ بڑھتا
تو شاید یہ کام پھر بھی نہیں ہوتا۔“

ہوا یوں تھا تین روز قبل ایک انتہائی پہنچ رکھنے
والی فیملی کا بچہ گھر سے قریبی پارک سے اٹھا لیا گیا تھا،
اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج ہوتے ہی پولیس کا
ہائی الرٹ ہو کر مشتبہ جگہوں پر چھاپے اور جگہ جگہ
ناکوں کی صورت شام کا گمشدہ بچہ رات کے بارہ بجے
تک ناکے پہ چینگ ہوئی گاڑی میں سے بے ہوشی
کی حالت میں مل گیا تھا اس کے انوکھا کار گاڑی سے اتر
کر بھاگ گئے تھے۔ ریپ کے بعد بچے کی جان یقیناً
اس کی فیملی کا اثر و رسوخ معلوم ہونے پر ہی بخش دی
گئی تھی۔

چھ سات سال کا بچہ ہوش میں آنے کے بعد
ابھی تک سکتے کی حالت میں تھا تو غم و غصے سے بے
حال ہوئی اس کی فیملی مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے
کے لیے اعلا حکام کے سر پر سوار تھی۔ نتیجتاً پولیس
ڈپارٹمنٹ کا جین و سکون عمارت ہو چکا تھا ورنہ بچوں
کے آنے دن کے انوکھا پر پھوے کی چال جیسی
تحقیقات پر گلتا تھا کہ تحفظ فراہم کرنے والے محکمے نے
اس کام کو قیامت کے بعد پر اٹھانے کا سوچ رکھا
ہے۔

”فرض کرو نہ میں لیو پر ہوں نہ اس شہر میں
ہوں؟“ اسی طرح ٹریڈ سیل پر بھاگتے ہوئے اس نے
بے نیازی برتی تو اس نے پلیس جھپکا کر حیرانی ظاہر کی
وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ ایک طویل آہ بھرتے ہوئے قریب آئی پھر
ٹریڈ سیل کا بٹن دبایا تو مشین بند ہو گئی۔ ”میں ایسا دیا
کچھ بھی فرض کرنے کے بجائے تمہارے ہونے کو
ثابت کر سکتی ہوں۔“

اس کے لہجے میں چھپی شرارت کو بھانپتے
ہوئے وہ ہلکی آواز میں چلایا..... اسٹاپ اٹ آفیسر
فریکل ہونا پسند نہیں کرتا۔

وہ تیس مار خاں جیسی آفیسر اپنے کسی کام میں
اس کی ہیلپ ڈیمانڈ کر سکتی ہے، یہ وہم و گمان سے دور
کی بات تھی، وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے
اسے دیکھ دیکھتا تو یہ بھی کم تھا مگر ستان نے اس کمال
حیرت کو چھپا کر اسے مزید بات کرنے سے روکا۔

”دیکھو رہا! چونکہ میرا کوئی بھی فیملی ممبر اس
وقت پاکستان میں نہیں تو میں نے یہ چٹیاں اپنے
آباؤی گاؤں میں کچھ خاندانی تقریبات میں شرکت کی
بنا پر لی ہیں، تو جائیز کوئی اور بات کرو۔“

وہ سنجیدگی کے ساتھ اسے توکتے ہوئے وہاں
سے اٹھ کر صینک روم کے اس ایریا میں آیا جہاں
ایکسر سائز مشین نصب تھی گوڑا نما پھوڑے پر نفوسی
ڈین مرہم لگانے کے چند گھنٹوں بعد اسے پاؤں کو
ایک مقورہ وقت تک گرم رکھنا تھا تا کہ وہ پھوڑا کچا
ہو کر کھلنے جیسی پوزیشن میں آ سکے۔

ٹریڈ سیل کے ہینڈل پر دونوں ہاتھ جمائے
ہیلٹ پر کھڑے کھڑے بھاگتے ہوئے جیسے وہ اس کی
کوئی بات نہیں سن رہا تھا جو کئی متواتر پوچھی اسے ایک
کبیس کی پوری ڈیٹیل بتا چکی تھی۔

”شوہر اور بیوت موجود ہیں۔ ہوم ورک ہو چکا
ہے۔ رپورٹ تقریباً مکمل ہے، اس میٹنگ کے گرد
ہمارا تھیراٹک ہو چکا تھا۔ ایسے خطرناک لوگوں تک
پہنچنے سے قبل سو فیصد مکمل ہوم ورک بھی غور و فکر مانگتا
ہے لیکن اوپر سے ایک دم سے پریشر بڑھ گیا ہے، وہ
بھی ان حالات میں جب شادی میں صرف دس دن
رہ گئے ہیں۔“

اپنے بیگ میں موجود شادی کا دعوت نامہ نکال
کر بطور ثبوت لہراتے ہوئے وہ اس کی طرف آئی اس
وقت بھی وہ خشے کی دیوار کے پار نیچے سڑک پر نگاہ
جمائے تھا۔ شام سے قبل ہی وہاں سامنے پھیلے گمروں
کے بچے اپنی سائیکلیں لے کر گھومتے نکل آتے تھے۔
”اوہ..... اچھا..... واقعی!“

وہ رخ موڑتا اسے دیکھ کر جس طرح ہنسا، وہ
تین الفاظ اور اس کی طنزیہ نظر نے اوپر سے پریشر

وہ مشین بیلٹ یہ کھڑے سان کو گدگداسکتی تھی اسے دھکا بھی دے سکتی تھی، وہ بے اختیار قسم کی مسکراہٹ کے ساتھ ٹریڈ میل سے اتر آیا پھر آگے آ کر اس خود غرض لڑکی کے پاس ٹھہرا..... جو دوستی کے اس رشتے کو کسی اور رشتے میں بدلنا چاہتی تھی۔

”تم بھی میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، یہ صرف تمہارے لیے آسان ہے، تمہاری کسٹڈی میں ایک اہم اور مشکل ٹیس ہونے کے باوجود تمہارا قادر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے تمہاری چبھوں کی طوالت بڑھا سکتا ہے مگر مجھے ایسی کوئی سپورٹ نہیں آفس میں میرے لائق کوئی کام نکل آیا تو مجھے آؤرڈ کر کیا جاسکتا ہے۔“

اس نے تو لیے سے گردن تھپتھپاتے ہوئے بات کو جاری رکھا۔

وہ بھی تمہارے پاس کامیابیوں کی۔ میڈلز اور شہرت کی کوئی کمی نہیں۔ میری مان تو یہ کیس اپنے ڈپارٹمنٹ کے کسی سینئر یا جونیئر کے حوالے کر کے اپنی بہن کی شادی سکون کے ساتھ انجوائے کرو۔“ اس نے پانی کی بوتل اٹھا کر ڈھکھن کھولا۔

”میں تمہیں یقین دلا دوں کہ تمہاری دو بیٹے کی اس چھٹی میں تمہیں آؤرڈ نہیں کیا جائے گا۔“

وہ اس کے قریب آ کر ذرا سا مسکرائی، اس طرح کجی سے مسکراتے ہوئے وہ اتنی اچھی لگتی تھی کہ دیکھنے والے نے نگاہ چرا کر پانی کی بوتل منہ سے لگائی۔

”یہ میرا پہلا کیس ہوگا جو ایس ایس پی ریا کی کسٹڈی میں ہونے کے باوجود بھی کوئی اور دیکھے گا۔“

اس اہم آپریشن کے ہوم ورک کے لیے میں جو بندہ ہائر کر رہی ہوں، وہ شارپ، اسمارٹ، گہری نظر کا مالک کوئی عام سا آدمی نہیں۔“ وہ بات کے اختتام پر سابقہ انداز میں مسکرائی۔ وہ بے بسی کے عالم میں اسے گھور کے رہ گیا، اپنی پوری لائف میں دادو حسین اور انعام اکرام سمیتنے کی عادی اس لڑکی کو اس لیے بھی انکار نہیں کر سکا، وہ ان دنوں میں بھی مصروف اور

متحرک رہنا چاہتا تھا۔

کیا واقعی صرف یہی وجہ تھی یا پھر وہ دونوں ایک دوسرے پر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ کون زیادہ شارپ اور اسمارٹ ہے۔

☆☆☆

کئی منزلہ اپارٹمنٹ بلڈنگ کے فورتحہ فلور پر دو بیڈروم کے ایک اپارٹمنٹ میں وہ اس وقت چین میں نصب کافی مشین کے سامنے کھڑا تھا وہ اس اپارٹمنٹ میں اسی دوران ٹھہرا تھا جب اس کے والدین اس کے بڑے بھائی کے پاس بیرون ملک ہوتے تھے۔ کافی بنا کر وہ چھوٹے سے لاؤنج میں آیا جس کی کھڑکی سے پردے ہٹے ہوئے تھے۔ وہ کھڑکی کے پاس آیا اور باہر دیکھنے لگا۔

سرمئی ہوتے موسم کے باعث نیچے کچھ عمارتوں کی زرد تباہی جل رہی تھیں۔

گھونٹ گھونٹ کافی پیتا وہ کچھ دیر یونہی کھڑا رہتا کہ اسی وقت صوفے پر بڑا اس کا فون بجنے لگا۔ وہ صوفے کی طرف آیا تو گھبراہٹ میں پر بڑی جہاں جی کی باقیات اور استعمال شدہ برتنوں نے اس کے حراج کو بد مزہ کیا۔

کال پر رہا تھی جس کی تروتازہ آواز نے اس کی توجہ کو لاؤنج کے بے ترتیب ماحول سے قدرے بے نیاز کیا لیکن چند منٹوں بعد وہ خوش گوار تاثر اس وقت بھک سے اڑا جب اس نے سان کو اس کے ورک پارٹنر کی فی الفور آمد سے آگاہ کیا وہ جو کہہ رہی تھی وہ سب سن کر اس کے چہرے کے تاثرات میں سنجیدگی چھائی۔

”مطلب مجھ سے پوچھو بغیر تم.....“ اپنی ادھوری بات کے ساتھ وہ بیلو، ہیلو کرتا رہ گیا، کوئی جنابت کی آڑ لے کر کسی کو اس طرح کیسے جگ کر سکتا ہے اگر وہ زندگی میں پہلی بار اس لڑکی کے آگے پریس ثابت ہو رہا تھا تو اس کی بھی ایک وجہ تھی۔

”وہ دو منٹوں بعد تمہارے دروازے پر ہوگا۔“ اچھا مذاق ہے۔“ اس نے بڑبڑاتے ہوئے اک نظر

”آئی ایم سنان۔“

ایک گہرے سانس کے ساتھ اپنی حیثیت واضح کرتے ہوئے وہ بھی آفیشلی موڈ کے ساتھ گویا ہوا۔ امرحسی نے گردن کے گرد لپٹی شال کے کھلتے ٹیل کو سنبھال دیتے لاؤنج کی بد حالی سے نگاہ چرا کر سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جو ٹانگ پر ٹانگ جمائے اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس لڑکی کا ہلکے رنگ کا لباس اس کے چہرے کی مانند سادہ اور سپاٹ تھا، اس کا بیگ اس کا جوتا گلے میں جھولتی شال، ہر ایک چیز اس کی شخصیت سمیت اک عجیب سا تاثر دیتی ہوئی شاید سائنس شاید روڈ..... جیسے کہ، جیسے کہ..... اس کا ذہن الفاظ تلاشنے میں ناکام رہا۔

اس مختصر تعارف کے بعد جب انہوں نے کام کے متعلق بات چیت شروع کی تو اس کے کئی منٹوں تک وہ خاموشی سے سنتا رہا۔

”میں یہ رپورٹ دیکھنا چاہوں گا۔“ اپنے انداز نشست میں بتا سکی تبدیلی کے دونوں بازو سینے پر لپیٹے ہوئے اس نے جیسے آؤر دیا..... سینئر ٹیل پر بڑا فولڈر اپنے دونوں کی پہنچ میں تھا بس ذرا آگے ہو کر چھٹنے کی ضرورت تھی۔

”وائے ناٹ سر!“ وہ جواب تک کاؤچ کے کنارے پر لگی ہوئی تھی، آن کی آن اس کے کندھے صوفے کی بیک میں پیوست ہوئے، اس کی اس حرکت نے آؤر دیتے آفیسر کو بالکل بھی حیران نہیں کیا وہ اپنے کندھے میں اٹھنے والے درد کی شدید لہر کو ضبط کرتے ہوئے فولڈر اٹھانے کو جھکا، وہ فوری طور پر مودب ہوئی اور فولڈر کو مزید آگے سرکایا، یک بارگی وہ چونچنے کے عمل سے گزرا۔

”کیا اس کے ہوم ورک میں کوئی کمی ہے یا پھر یہ پرفیکٹ ہے؟“ وہ اس سے کسی ایسے سوال کا فحضر ضرور تھا لیکن وہ بالکل خاموش تھی جیسے اسے اپنے ہوم ورک کی پرفیکشن کا یقین تھا۔

فائل کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ ابھی تک اس کو دیکھ رہا تھا پھر امر نے اسے کہتے سنا۔

اپنے حلیے پر، دوسری لاؤنج پر ڈالی وہ اس پولیس آفیسر کے ڈپارٹمنٹ کا بندہ تھا یا پھر پرائیویٹ جو بھی تھا، رہا اس کی اجازت کے پتہ آفیشل مینٹگ اس کی ذالی رہا کش گاہ پر کیسے رکھ سکتی تھی۔ وہ ایک آدھ منٹ میں لاؤنج کی بگڑی شکل کو ایک حد تک سنوار سکا تھا۔ ٹیبل سے برتن اٹھانے کے بعد وہ صوفے پر بڑا مکمل سیٹ رہا تھا کہ اس کی بڑبڑاہٹ میں ڈور ٹیل کی آواز نکل ہوئی۔ صوفے پر پڑی جرابوں کو واش مین کی جانب اچھالتے ہوئے اس کی نگاہ ششے پر پڑی زندگی میں پہلی بار نہیں تھا کہ وہ ایک پرائیویٹ کام کو انجام دینے پر مجبور ہو چکا تھا مگر یہ فرسٹ ٹائم تھا کہ کسی بھی مینٹگ سے مل اس کے ماتھے پر تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں۔

ستم دردم دروازہ کھولنے پر سامنے نگاہ ڈال کر وہ حیرت کا شکار ہوا، اسے شدید تپ چڑھی، اپنے سامنے کھڑی اس لڑکی پر نہیں، بلکہ اس لڑکی پر جو اس وقت اپنے گھر کے سینٹگ ایریا میں پریکون انداز میں اپنے والد کو اس کیس کے متعلق بتا رہی تھی۔ اپنی چشمی کے ان دو ہتھوں میں وہ اس کیس کو سنان کے سپرد کر چکی ہے۔ اس نے یہ بات اپنے باپ سے چھپائی تھی یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

☆☆☆

”دروازہ کھولنے کے بعد وہ ایک پل کو حیرت کا شکار ہوا تھا پھر اپنی کیفیات پر قابو پا تا وہ ریپا کی خیالی کلاس ہی لے سکتا تھا، وہ اس کی اجازت کے بنا اس پر سو فیصد مرضی کیسے چلا سکتی تھی۔ تاہم دروازے کے سامنے سے ہٹتے ہوئے اس نے لڑکی کو اندر آنے کا راستہ دیا پھر پلٹ کے اسے صوفے کی طرف تشریف رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ اس کے مقابل اپنی جگہ پر براجمان ہوا۔

لڑکی نے ہاتھ میں پکڑا فولڈر سینٹرل ٹیبل پر رکھنے کے بعد سیدھا ہوتے ہوئے فوری طور پر تعارف کرایا۔

”میں امرحسی ہوں۔“

ایک بات ذہن میں دہراتے ہوئے اچانک ساتھ والے کمرے سے ابھرنی آوازوں کی طرف متوجہ ہوئی جہاں چھوٹو رو رہا تھا اور یاں اسے ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش ہو جانے کا کہہ رہی تھی۔

شدید ٹھنڈ کے باوجود اس کے قدم وپس جم گئے۔ ان کی پگن اور کمروں کے آگے کھلا کٹن تھا صرف کٹڑیوں کے آگے شید تھا۔ سردی کے احساس سے بالاتر انہی غفلت کے احساس میں گھری امر نے ساتھ والے کمرے کا رخ کیا کہ چھوٹو کے اس قدر بلبلانے پر اس کی ماں نے اپنی توپوں کا رخ اسی کی جانب موڑنا تھا۔

”لایئے، اسے مجھے دیکھیے۔“

اس نے نو سالہ بھائی کو سرعت کے ساتھ ماں کے پہلو سے اٹھایا۔ چھوٹا پاؤں کے ٹکڑے میں گہرے زخم کی وجہ سے حرارت اور تکلیف میں مبتلا تھا۔ آج امر نے اسے ڈاکٹر کو دکھانا مکرر وہ۔

ماں نے بیٹی پر نہایت سرد اور سختی سے بھرپور نگاہ ڈالتے ہوئے لحاف کو سر تک کھینچا۔
”اف وہ کسی بچہ دینے والی نگاہ تھی۔ بچے کے بر حرارت جسم کو اپنے وجود میں سمونے کے باوجود وہ ایسی ٹھنڈی ٹھار ہوئی کہ اس کی اونی شال کا غرور بھر بھر سا گیا۔“

☆☆☆

”میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تمہارے اس دوست نما اپارٹمنٹ میں کسی بھی ایکس وائے کو ملاقات کی اجازت نہیں لیکن آج کل میں ذاتی مصروفیات کی وجہ سے آفس کے کسی بھی کام کو بنا سوچے سمجھے ایک بوجھ کی طرح اتار چڑھتی ہوں اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔“

وہ اسے یوں دھیمی آواز میں وضاحتوں کے ساتھ بھلانے کی عادی نہیں تھی مگر اس وقت مجبوری تھی۔ بد قسمتی سے آج اس کی چھوٹی بہن ساتھ تھی۔ ریا کی بہن کے لیے ریا کا پسپا لہجہ اور چہرے پر چھائی بے چارگی بالکل نئی چیز تھی تو شان کا رویہ بھی

”کیں آئی چیک یو آر آئی ڈی کارڈ“
”شیور۔“ وہ ذرا آگے کو ہو کر بیگ پر جھکی اس نے کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھا دفعتاً شان کی نگاہ اس کے ہاتھ پر پڑی اس کے ہاتھ کی درمیانی انگلی میں جو انگوٹھی تھی اس میں جڑا پتھر سنون اس لڑکی کی طرح بے تاثر نہیں تھا۔

اس نے ٹیبل سے کارڈ اٹھایا، اگلے لمحے وہ حیران ہوا، اس نے چونک کے اسے دیکھا جو جھکنے میں پھل نہیں کرتی تھی، وہ مطمئن سے انداز میں ٹیک لگائے اسی کی جانب متوجہ تھی۔

☆☆☆

”مجھے عالی والے ڈرامے کی اسٹوری سناؤ جس کی آج آخری قسط چلی ہے تاکہ میں اب سکون کے ساتھ فون پر اس کی تمام اقساط دیکھ سکوں۔“
”انہم نے بچہ کے لحاف میں تھمتے ہوئے تھمتا اس کی منگی کی نہ کسی چیز سے بھر دی تھی کہ عجائباں لیتا ہوا ایک دم سے سیدھا ہو بیٹھا۔ اسی کمرے میں لیکن کی چوڑی کر سی پر ناگوں کو سینے سے جوڑ کے تھمتی، امر نے جانے کا آخری گھونٹ بھرتے ہوئے عادت سے مجبور ہو کر ان دونوں پر ایسی نگاہ ڈالی کہ تم لوگوں کا کچھ نہیں ہو سکتا۔“ انہم اس کے یوں دیکھنے کے انداز سے ہمیشہ کی طرح جڑیزی ہوئی پھر منہ بسور کے بولی۔
”تمہیں کیا پتا، جب ڈرامے کا اینڈ پتا چل جائے تو اسے دیکھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔“

ان کی ہمسائی انہم کا شوہر ڈاکٹر تھا جب اس کی ٹائٹ ڈیوٹی ہوتی تو وہ ان کی مہمان ہوتی تھی۔ امر اس کے ایسے جواب اتنی بارسن چکی تھی کہ اب اس سے بحث ہا اسے تو کتنا فضول تھا جبکہ وہ خود ایسی تھی کہ اسکول کالج کے زمانے میں اس کی کوئی دوست اس کے زیر مطالعہ ناول کا اینڈ بتا دیتی تو امر وہ ناول ادھورا چھوڑ دیتی تھی۔

وہ جانے کے خالی گنگ اٹھا کر پگن میں چلی آئی۔ کچن سینیٹے کے دوران پھر باہر صحن میں آکر اپنے کمرے کا دروازہ کھولنے تک وہ آج کی شام کی ایک

نا قابل فہم تھا۔

جب ریبا یہاں آئی تو وہ جیسے بھرا بیٹھا تھا۔ اس کی بہن کو لگا کہ ابھی وہ اپنے موڈ کی کئی بری شکلیں صرف اس کی وجہ سے جھماکے بیٹھا تھا۔ وہ ریبا کو جلد گاڑی میں آنے کا اشارہ کرتے وہاں سے اٹھ گئی تھی اس کے اٹھتے ہی سانے نے بھی اپنی نشست برخاست کی تو وہ بھی کافی کپ رکھ کر جھٹ سے کھڑی ہوئی۔

”آج کل میرے گھر کا ماحول ایسا ہے کہ وہاں تم دونوں کی مینٹنگ اریج نہیں ہو سکتی تھی اور میرے آفس میں امر کے ساتھ تمہاری مینٹنگ اس تمام مشن کو ایکسپوز کرنے کے مترادف تھی۔ ہاں کسی تیسری جگہ کا سوچا جاسکتا تھا مگر، کہاں میرا داغ آج کل ٹھیک سے کام نہیں کر رہا۔“

وہ اپنی غلطی اس سے بہتر الفاظ میں تسلیم نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ اپنی صفائیاں پیش کرتی وہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ وہ اس کی کئی بات پر ہنستا تھا۔

امرحضیٰ کے ساتھ اس کا کرائم ڈپارٹمنٹ میں دیکھا جانا اسے ایکسپوز کر سکتا تھا وہ جوتا پہننے لگا تو وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ بوٹ کا تسمہ باندھتے ہوئے سانے نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

”اس کیس کو امرحضیٰ جیسا داغ رکھنے والی آفیسر کی ہی ضرورت تھی۔“

کیا وہ اسے چیمبر رہا تھا؟ وہ اس کی بات کو سمجھی تو وہ اس کے چہرے سے اپنی جہانی لگا ہٹا چکا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ ہی کھڑے ہوئے۔ ریبا نے اس کی بات کو شاید سنجیدگی سے نہیں لیا تھا یا شاید وہ اس سے کچھ چھپانا چاہتی تھی۔ شاید۔ فی الوقت۔

☆☆☆

وہ چار پائی کے ساتھ کرسی ڈالے چھوٹو کا پاؤں گود میں رکھ کر اس کے زخم کا معائنہ کر رہی تھی، اسے لگ رہا تھا کہ اب ڈاکٹر سے معائنہ کروانا اشد ضروری تھا زخم کی گہرائی جانتے ہوئے وہ جھینکوں پر

جھینکس مارتے مانی کی طرف متوجہ ہوئی جو ننگے پاؤں گیلے فرش پر کھیل رہا تھا۔ چھوٹا واقع بھی اس کے ساتھ تھا جو ہر کام میں اسے کافی کرتا تھا۔

آج دنوں بعد موسم کچھ کھلا تھا تو دھوپ ان کے صحن کا ہر کونہ چھو رہی تھی یہ دھوپ اس کے آنکھن کے لیے چند لمحوں کی نعمت تھی پھر ان کا کھلا صحن ان تمازتوں کو ترستا تھا۔

چھوٹو کے زخم اور مانی کے ننگے پاؤں سے دھیان ہٹا کر اس نے دھوپ کے سامنے بچھل کر بیٹھے باپ کو محبت کے ساتھ دیکھا۔ صبح کے اس وقت میں اس کے باپ کے صحن میں آنے والی سردیوں کی یہ دھوپ اس کے لیے بہت انمول تھی پھر اس کا تمام دن جہل اسٹور میں گزارنا ہوتا تھا۔

اس کی ماں کی گود میں جب پہلا بیٹا آیا تو وہ دس سال کی تھی بیٹے کے پیدا ہونے جیسی خوش قسمتی امر کے کھاتے میں رکھی گئی کہ وہ اپنے بعد بہن نہیں بھائی لائی تھی۔ اسی خوشی میں اپانے اسے ڈمپروں کھلونے دلائے صرف پہلے بیٹے کا نام اماں نے رکھا تھا پھر انعام اللہ کے بعد بیٹیوں بھائیوں کے نام امر نے رکھے تھے۔

انعام اللہ سے چھوٹے شارق کا نام ابھی بھی صرف کتابوں کا بیوں پر لکھنے کی حد تک تھا تو اس کی وجہ بھی انعام اللہ تھا، یہ چیز انعام اللہ کی ہے اور یہ چھوٹو کی۔۔۔ اسے انعام اللہ پہننے گا اور اسے چھوٹو۔۔۔ نعمان اور واقع کا نام بگاڑنے میں بھی اماں کا ہاتھ تھا۔

اس کا باپ کام میں سلیقہ مند تھا، ہر کام کو نفاست کے ساتھ مکمل کر کے چھوڑتا تھا۔ اب کچھ عرصے سے اس کی مسکراہٹ میں ادھورا پن جھلکتا تھا۔

”اس کا پاؤں مجھے ٹھیک نہیں لگ رہا۔“ وہ کام پر جانے سے پہلے ان کے پاس آیا پھر چھوٹو کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اسی ادھوری مسکراہٹ کے ساتھ اسے خیر اور بہتری کی دعا دی۔

”کیسی خیر اور کیسی خبر..... ساری رات تو بے چارہ ہائے ہائے کہتا ہے، مگر اس کے باپ مگر — پاس وقت ہے نہ اس کی مصروف بہن کے پاس، آج میں ذرا کام سے فراغت پا کر اسے خورد بین والے حکیم کے پاس لے جاؤں گی۔“

اماں جو چائے کالمک سامنے رکھ کر شوہر کی کرسی پر بیٹھ چکی تھی دھوپ کا مزہ لیتے ہوئے چمک کر بولی۔

”مجھے لگتا ہے کالج کا ٹھہرا اندر رہ گیا ہے۔ آج میں کسی اچھے ڈاکٹر سے ٹائم لیتی ہوں۔“ وہ ماں کی حکیم والی بات کو ان سنا کر کے باپ سے مخاطب ہوئی۔ اس کی یاں چھوٹے سے چھوٹے عمل میں بھی لاارواہی رہتی تھی۔ اس نے جیسے ہی نگ اٹھایا تو وہ بچکل پر جھٹک گیا۔

اب میز پر کھیلوں کا حملہ لازمی تھا جبکہ امر باپ کی طرح ہر کام ٹھہرنے سے کرنے کی عادی تھی۔ ہر کام کو توجہ کے ساتھ مکمل کرتی تھی۔

اب کچھ عرصے سے اس کی مسکراہٹ میں اس کی ذات میں ایک ادھورا پن آن رہا تھا۔

☆☆☆

اپنے حلقے میں ایک نمایاں تبدیلی کے ساتھ آدھا چہرہ ماسک میں چھپائے پاور جینز سے ٹیک لگا کر اسے ہلکا سا جھلاتے ہوئے اس وقت وہ جہاں میجر کی حیثیت سے موجود تھا۔ وہ جگہ کسی آفس کا حصہ نہیں تھی۔

یہ ایک غیر رسمی سا استقبال تھا جس کے فرنٹ ڈیسک پر بیٹھے ستان کو یہ سیٹ سنبھالے آج پانچواں روز تھا۔ یہ ہنگ ترین بازار شہر بھر کے امر کی شاپنگ کا مرکز تھا وہاں ایک نمسی نامی شاہانہ قسم کی بوتیک میں اونچے درجے کی خواتین کے لیے ہر قسم کا لباس دستیاب تھا۔

تھوڑی دیر پہلے وہ لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا اپنی اس مصروفیت کو ترک کرتے ہوئے اب اچانک وہ گاہے بگاہے گلاس وال کے پار دیکھ رہا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ بازار کی چکاچوند میں اس نے کچھ

ایسا دیکھ لیا تھا جو متاثر کن تھا اس کی پاؤں لینکوج تیار رہی تھی کہ بظاہر ادھر ادھر منڈ لانی اس کی نگاہ کہیں نہ کہیں فوکس تھی۔

یہ ج تھا کہ اس کی توجہ کا ارتکاز امر حسی کی آمد پر نوتا جو ایک رسمی قسم کی سلام دعا کے بعد اس مخصوص ریک کی جانب بڑھ چکی تھی جہاں اسے اپنی ڈیوٹی نبھانا تھی۔ وہ ہر چیز سے دھیان ہٹا کر اب اسے دیکھے جا رہا تھا جو اس ریک کے ڈریسز چیک کرتی کسٹمرز کے چہرے پر بڑھ رہی تھی اس نے معمول کی صورت و اس آتے ہی کندھوں پر پھٹکی مثال اتار دی تھی۔ آج بھی اس کی گردن کے گرد لپٹے اوئی منظر کے کونوں کو چھوٹے اس کے سیدھے سلی پال۔ اس کی ساٹ شخصیت کی واحد کشش تھی۔ ایسا نہیں تھا کچھ اور بھی تھا جو اس لڑکی کو سب سے زیادہ کی باقی اسٹاف کے گزراور یہاں خرید و فروخت کے لیے آنے والی خواتین میں نمایاں رکھتا تھا جیسے کہ..... جیسے کہ، اس کی آنکھ وہ فرق تلاشنے میں ناکام ہو جاتی تو وہ اس تجسس کو ہی جھٹک دیتا۔

اپنی کسٹمرز کے چہرے پر حسی وہ لڑکی خبر رکھتی تھی اس کا چہرہ بھی پڑھا جا رہا ہے تو اس کی دینہ بھی وہ جانتی تھی ابارٹنٹ میں پہلی میٹنگ کے بعد اس ورک پلیس پر بھی وہ چند دنوں سے ساتھ تھے۔ ان میں بات چیت بھی ہوتی تھی پھر کیا وجہ تھی کہ آج دوپہر ایک پرائیویٹ ہاسٹل میں ستان سے آنا سامنا ہونے اور پھر نگاہ کے ٹکراؤ کے بعد بھی سلام تو دور کی بات امر نے ہرجان پہچان کو آنکھوں کی حد تک بھی چھپالیا تھا۔

اگر وہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ صرف کام کی حد تک شناسائی رکھنے والی امر کے ایٹنی ٹیڈو پر اب تک حیران تھا تو یہاں امر کی سوچ غلط تھی۔ وہ اس کے چہرے پر کیا کھوج رہا تھا۔ اس کی وجہ وہ نہیں جانتی تھی۔

☆☆☆

یہ پانچ دن پہلے کی بات ہے جب اس نے امر حسی کو پرائیویٹ ہاسٹل کے دی آئی پی او بی ڈی

رہو گے۔“

لفظ، لفظ چبا کر بوتلے ڈاکٹر کی یہ بات غیر سنجیدہ ہرگز بھی نہیں تھی کہ اس کا مریض سن کر قہقہہ لگاتا۔

”اے اف... ہائے“ پیشٹ ایک دم سے کراہ اٹھا۔ ڈاکٹر نے جس عالمانہ طریقے سے اس کا

بلڈ پریشر لیا تھا تو یہی جیٹ سے ہائے میں ڈھلے اپنا غصہ نکالنے کے بعد باسط او پی ڈی میں موجود

اسٹنٹ کو ٹیلی فونک رابطے میں چند ہدایات جاری کر رہا تھا جبکہ بازو کی وسطی کس کو انگوٹھے سے دیا تے

سنان کا ذہن مسلسل حرکت میں تھا۔ امرحسنی کون تھی؟ وہ اگر کسی پلان کا حصہ تھی تو وہ پلان ریسا سے بھی کسی

اور پر کے بندے کا تھا جس کی ڈوریاں ریسا کے ہاتھ میں تھیں۔

☆☆☆

”وہ آج او پی ڈی میں ریپیشن گرل سے بھی پہلے وہاں موجود تھی اور تمہارے حکم کے مطابق

ٹائمنگ شیٹ میں پہلا نمبر اس کے بھائی کا لگا تھا اور تمہیں بتانا چلوں کہ وہ مجھ سے بھی بنا کسی سرکاری

تعارف کے ایک عام شہری کی حیثیت سے ملی ہے۔“

جب باسط اسے یہ معلومات فراہم کر رہا تھا تب تک اس کی انویسٹی گیشن جس مقام پر تھی، اس کے

علم میں آچکا تھا کہ ایس ایس بی ریسا سے متعلقہ پولیس اسٹیشن میں امرحسنی نام کی کوئی لیڈی کا ڈیٹیل یا

آفیسر کسی کرائم ڈیپارٹمنٹ یا دیگر ڈیپارٹمنٹ میں بھی کسی پوسٹ پر نہیں تھی۔ باسط اپنی بات جاری رکھے

ہوئے تھا۔

”اس کے بھائی کے زخم کے پیش نظر اس کے پاؤں کی سرجری ضروری تھی، لہذا تم آگے کا بتاؤ کیونکہ

وہ محترمہ سرجری کی تاریخ اور وقت لینے کی غرض سے ابھی ہاسپٹل میں موجود ہیں۔“

اس کے لہجے کی معنی خیزی بنا الفاظ کے جیسے سنان کو ہاسپٹل آنے کی دعوت دے رہی تھی۔ اگر وہ فارغ ہوتا تو بنا کسی لحاظ کے اسے بہت کچھ سنا سکتا تھا

اسے اپنا کام آج کی تاریخ میں مکمل کرنا تھا تو جواب

کے ریپیشن پر ریپیشن گرل سے بات کرتے دیکھا، باسط نے چند منٹوں کی غرض سے اس وقت ہاسپٹل آنے کو کہا تھا جب یہاں نامی گرامی ڈاکٹر کی چیکنگ ٹائمنگ کلوز ہو چکی ہوتی ہے اور وی آئی پی او پی ڈی تقریباً خالی ہوتی ہے۔

اسے دیکھنے کے بعد وہ اپنے چونک جانے پر حیران نہیں ہوا۔ بلکہ قریبی راہداری کی آڑ لیتے ہوئے

وہ اس کی موجودگی تک وہیں ٹکارا اپنی کسی سوچ کے مطابق وہ اس کی یہاں موجودگی کو محض اتفاق سمجھنے پر

تیار نہیں تھا، وہ یہاں کیوں اور کس وجہ سے آئی تھی؟ مختلف خیالات کے ایک جھوم کے ساتھ وہ باسط

کے روم میں آیا۔

وہاں سے ملنے والی معلومات کے مطابق امرحسنی نے کسی پیشٹ کے لیے کل کی تاریخ میں اپنا اسٹنٹ

کے لیے بات کی تھی جبکہ ڈاکٹر باسط کی اسٹنٹ نے اگلے دو دنوں کی بجگے کے مطابق اس لڑکی کو جب

تیسرے دن کا وقت دیا تو جواب میں وہ منت سماجت پر اتر آئی کہ اس کے بھائی کی حالت کے پیش نظر اس

کا کل تک چیک اپ ہونا ضروری ہے۔

اس بات کو سن کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ کے بیٹھا سنان جیسے اچھل کے سیدھا ہوا۔ امرحسنی اور منت

سماجت؟ اس کی پہلی سگڑی آنکھوں میں نظر ابھرا، آج اس اس نے اپنے سروس کارڈ سے کام لینا

ضروری نہیں سمجھا تو کیوں؟

اس نے جیسے خود کلائی کی، باسط کے استفسار پر اسے امرحسنی کے متعلق بتانا اب ضروری تھا پھر اپنے

معائنے کے دوران اس نے باسط کو چند ہدایات دیں تو جواباً اس نے گھور کے دیکھا۔

”تم جیسے خطرناک بندے کی گاڑی کے میرے کیراج میں مستطیل قیام نے جس طرح ہماری نیندیں

اڑا رہی ہیں تو میرے اپنی مزے سے زمینچک تعلقات سمجھو اب آخری بچ پر ہیں۔ اور سے یہ سراغ رسائی

جیسا کام، وہ بھی ایک لڑکی کے متعلق تمہارا خود تو گھر بسانے کا ارادہ نہیں... میرا گھر بھی تروا کے

میں سنجیدگی سے گویا ہو۔

”سرجری کے لیے انہیں کل کی تاریخ دے دو ہاں مگر یاد رکھنا، جب تک میں نہ کہوں پشنت کو ڈسچارج مت کرنا۔“

اسے تاکید کرتے ہی اس نے ایک دوسرا فون اٹھایا جسے بطور آفیسر نسبتاً کسی نہایت خاص مرحلے میں استعمال کرتا تھا۔ فیل اس کے سنان کال کا تھا، دوسری جانب باسٹ جلا اٹھا۔

”خدا کا خوف کرو یا ر، سرجری کے بعد پشنت کی کنڈیشن ایک جوینر نرس پر بھی واضح کر دیتی ہے کہ اسے کب تک ایڈمٹ رکھنا ہے بالقرض وہ کوئی دوشیزہ ہوتی یا اس میں تمہاری انوالومنٹ کا خدشہ نہ ہوتا تو میں اپنے اسٹاف کو خود پر مشکوک ہونے کا موقع دے سکتا تھا لیکن اب۔“

”شٹ اپ“ وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بھٹا کر بولا، وہ اسے کال پر نہیں جتا سکتا تھا کہ عام سی شکل کی اس لڑکی نے اس رول میں اس جیسے بندے کو بھی کھما کے رکھ چھوڑا تھا۔

باسط سے رابطہ منقطع کرنے کے بعد اس نے سامنے کھلی فائل میں دوبارہ سے سرگھمایا ہاں وہ اپنے اسٹیکل انویسٹی کیئر سے ملنے والی معلومات ساتھ ساتھ مرتب کرتا جا رہا تھا شاید کام کے دوران تاریخ بدلنے سے فیل ہی وہ نینر کے آگے بے بس ہو گیا تھا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو صبح کے اجالے میں تاریکی کی رتق بانی بھی نماز فجر پڑھنے کے بعد چائے پیتے ہوئے اس نے دو تین بار گھڑی کو دیکھا..... وہ اپنا کام وقت پر ختم کرتا تھا شاید رات کو لینے والی دواؤں میں کوئی سکون آور ٹیبلٹ تھی۔

وہ چائے گلگ لے کر اپنی ورک پلس کی طرف آیا ہی تھا جب اسے اپنے خاص فون سے ایک مخصوص سگنل ملا، اس کے چہرے پر طمانیت بھری مسکراہٹ جھلکی اس کے ماتحت عملہ اپنا کام وقت پر مکمل کرنے کا عادی تھا، وہ نمبر بلائیڈ کال ریسیو کرتے ہوئے اس نے فائل پر نوٹ شدہ معلومات پر دوبارہ سے نگاہ ڈالی

وہاں گزشتہ چار سالوں کے دوران صرف اس شہر میں بھرتی ہونے والی لیڈیز پولیس آفیسر کا اعداد و شمار ہی درج نہیں تھا بلکہ اس صوبے کی تمام لیڈیز پولیس افسر ان کی فہرست اس کے سامنے تھی۔ اس فہرست میں وہ ایک نام کے اضافے کا منتظر تھا لیکن اس کے انویسٹی کیئر کی آخری اور جامع رپورٹ نے اس کے ہاتھ میں موجود بال پوائنٹ کو جیسے فریز کر دیا تھا۔

☆☆☆

وہ جانتا تھا کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے شارپ آفیسر نیک گولڈین جیسے مشن میں گرانٹ ڈیپارٹمنٹ میں کوچنگ ہینڈ آفیسر برنی سے مدد لیتا پڑتی تھی کیونکہ اس کا دماغ ہر قسم کے مشن کے لیے ایک لائحہ عمل ترتیب دینے میں بگ باس کی حیثیت رکھتا تھا۔

اس وقت جب صبح کے سائے دوپہر کی جانب سمت رہے تھے تو وہ بوٹیک میں جانے سے قبل برنی کے آفس میں موجود تھا۔ ادھر ادھر کی باتوں کے دوران جب سنان نے اس سے ایک سوال کیا تو بڑی میز کے پیچھے کپڑوں پر جھکے برنی نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا کچھ ایسے کہ تہہ تک دیکھنا چاہا، اس کے سامنے بیٹھے نوجوان آفیسر کو خواہ وہ ہی تو باکمال ذہانت کا مالک نہیں سمجھا جاتا تھا پھر کیونکر ایک حساس اور سنجیدہ کام کو ریا میڈیم کی خواہش پر آخر اس نے کسی حساس تعلق کی بنا پر ہی لیا تھا۔

اسی ادھوری انفارمیشن کے ساتھ وہ اس سے سوال کر رہا تھا۔ جب امر حسی اس جھگے کی کسی جانب میں نہیں تو اسے جھگے کا پورا عملہ کیونکر اور کن وجوہات کی بنا پر جانتا ہے کہ میں ریا کے آفس میں اس کے ساتھ ایک میٹنگ کروں تو اس انفارمیشن کے ہر چھوٹے بڑے افسر کی نظروں میں آ سکتا ہوں۔“

”حیرت ہے تم ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہو کر مجھ سے پوچھ رہے ہو۔“ وہ اپنا معروف انداز ترک کرتے ہوئے ایک زنج کرنے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا کہ ”جاؤ صاحب کئی آئی بی آفیسر تمہارے ماتحت کام کرتے ہوں گے، میرا وقت مت برباد

سے اختلاف کی عادت پڑ چکی ہے، جانتی بھی ہیں کہ آگے اس کے پاؤں کی دیکھ بھال اسی کی ذمہ داری ہے۔ آخر کو اس کا تجربہ ہے کہ کس نوعیت کے زخم پر کس طرح کی پٹی، کون سا مرہم لگانا ہے۔“

سان کو اس کے حیکمے لہجے پر حیرت ہوئی، اس نے اپنی خالہ کو ششدر کرنے کے بجائے جیسے بھڑکا دیا تھا۔

”ایک اس کا باپ دوسری تم انعم بی بی، بس میرے اختلاف یا درکھنا اسے کچھ مت کہنا جسے اس وقت جاب پر نہیں ہمارے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ آگے بھی دیکھ لینا، تمھانے پکھری کے پھروں میں پڑ کر وہ اس تجربہ کاری کو بک کا بھلا چکی ہوئی کہ کون سے زخم پر کون سا مرہم رکھنا ہے۔“

اس کی ماں کے جواب میں مٹی تھی، دکھ تھا یا شکوہ، سرخ بوتل کو کھوئی ان آنکھوں کا ٹھکر گہرا ہوا تو اس کی وجہ دونوں خواتین کے وہ مکالمے تھے جنہیں سننے کے بعد وہ اس پر ظاہر ہونے کے بجائے ایک بار پھر پردے کے پیچھے چلی گئی تھی دوسری طرف مٹی بوتیک میں جھانکی تو اس پر اسرار لڑکی کی وجہ سے وہاں ایک ہنگامہ کھڑا ہو چکا تھا۔

ہنگامہ کھڑا کرنے والی گاہک اس بوتیک کے منجر سے بات کرنا چاہتی تھی جو کہ بنا کسی طمان کے وہاں سے غائب تھا، امر حسی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ بوتیک سے اٹھ کر کہاں گیا ہوگا۔

☆☆☆

آج دو پہر ہاسپٹل میں گودہ جان بوجھ کر اس کے سامنے آیا تھا۔ عین سنان کے اندازے کے مطابق وہ جب بھر پور اجنبیت کے ساتھ اس کے پاس سے گزر رہی تھی تو بے خبری کی تاک کی سیدھ میں چلتا وہ شخص اس کا نام، نسب، اتا پتا اس فیملی بیک گراؤنڈ تک سے آگاہی حاصل کر چکا ہے، یہ سچ تھا کہ اس وقت بوتیک میں وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔

وہ قدرے فربہ سی خاتون کو گائیڈ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بوتیک میں بھاگتی دوڑتی اشاف

جس روز اس کے بھائی کی سرجری تھی وہ بوتیک میں ڈیوٹی پر موجود تھی، وہ اس کی چھٹی کی درخواست رد کر کے خود ہاسپٹل کے ایک جنرل وارڈ میں اس کی فیملی کے آس پاس تھا۔ ان کے قریبی بیڈ پر ایک پیڈلٹ کے سر پر سوار ہو کر اسے لگی ہوئی بلڈ ڈریپ کو سنان نے بس ششدر نظروں سے دیکھتے رہتا تھا چونکہ یہ ڈاکٹر کا آرڈر تھا تو اس پیڈلٹ کی فیملی کو اس کی ڈیوٹی پر کچھ اعتراض نہیں تھا۔

”ایک تو ان نرسوں کی ہر بات کو برداشت کرنا مشکل ہے اوپر سے ہر دو منٹ کے بعد نئی جٹ، پرچی پکڑا جاتی ہیں، یہ دوائی وہ ٹیٹ، صرف غریبوں کو لوٹنے کے بہانے ہیں۔“

وہ عورت جو یقیناً شارق عرف چھوٹو کی ماں تھی۔ اس نے یہ بات وارڈنٹ کرتے ڈاکٹر کو سنانی تھی۔ ڈاکٹر باسط کی کھساہٹ پر سنان کی نظروں کا ٹھکر ٹوٹا۔ اب اس کی آنکھیں سرخ بوتل کو مسکراہٹ سمیت چھو رہی تھیں۔ ڈاکٹر کے دور جاتے ہی وہ عورت اپنے ساتھ آئی خاتون کے سامنے اب بیٹی کے خلاف بول رہی تھی۔

اس کے ذکر پر سرخ بوتل کو چھوٹی مبہم سی مسکراہٹ تک ساکن ہوئی تھی۔

”امر نے آپریشن کے لیے اس مینے ہسپتال کا انتخاب کیا ہے ورنہ تو ان کے محلے میں کوئی خوردبین والا حکیم تھا جو کچنگ کھال کر زخم کی صفائی کر سکتا تھا۔“

خاتون کی اس بات پر ہمہ تن گوش سنان کو ایک جھٹکا سا لگا۔

”کیا آج کے دور میں بھی ان حکیموں کے لیے کوئی منجائش نکلتی تھی؟ ان کو اپنی دکان چلانے کے لیے شوقیت کون مہیا کرتا تھا؟؟“

”بس کریوین خالہ اگر وہ حکیم زخم خراب کر دیتا تو یہ بچے کی خدا نخواستہ معذوری کا سبب بھی بن ہو سکتا تھا۔ ویسے بھی چند گھنٹوں بعد ہمیں چھٹی مل جائے گی۔“

پھر میں صبح سے آپ کے ساتھ سب کچھ اچھے سے سنبھال رہی ہوں، آپ کو تو ویسے ہی امر کے فیصلوں

موجود ہر ایک نے ان مہاں بیوی کے پیچھے لپکتے دیکھا بونیک ڈور کے اندرونی طرف رک کر اس نے بدحواس سی امر کو تیزی کے ساتھ وہ دروازہ پھلانگتے پایا پلین سیٹی شلوار سوٹ میں ملبوس وہ لڑکی جب سامنے بیلا زامی بونیک میں مٹی تو آبدہ مٹی۔

”آئی ایم سوری میم، پلیز یہ میری جاب کا سوال ہے جو کہ ابھی حال ہی میں مجھے مشکلوں سے ملی ہے۔“ وہ اونچی آواز میں گڑ گڑا رہی تھی۔

دوسری جانب ریو الوینک جیٹر کا رخ گھما کر سامنے بیلا زامی بونیک میں جھانکنا سن جو اس کے لیوں کو مشکل بنے دیکھ رہا تھا اس کیل کو ”مس می“ بونیک میں دوبارہ آنے کی اپیل کرتے ہوئے اس کے چہرے پر جھلکتی غامت دیکھ کر اس کی نگاہ میں امر حسنی کے لیے داد جیسی کیفیت نمودار ہوئی۔ یہ اسکرپٹ بھی اسی کا تھا اور اداکاری بھی کمال کی تھی۔

وہ اچانک سے سمجھا کہ رہبانے اس مشن میں امر کو کیوں مار کیا تھا۔ غلطی پل اس نے دیکھا بیلا زامی مالک اس کیل کی طرف آیا۔ مگر اس کی نگاہ معافی طلبی کرنی لڑکی پہ ٹھہری ہوئی تھی جو پچھلے کئی روز سے ایسی ہی پھوٹن شکار ہو کر اپنی بونیک کے پونٹ کو پریشان اور بیلا زامی کے مالک کو حیران کر رہی تھی۔

وہ اس جاب میں غمی تھی تو اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس جگہ گاہک کو مطمئن کرنے کے لیے سچ کی جگہ خوشامد اور جموٹ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ معمولی قسم کے سوٹ میں ملبوس وہ اشاف گرل شاید خود سے بے خبر تھی وہ ان گزری ہوئی تھیکس کا سے عام جوڑا بھی پہن لیتی تو اس کے شاندار سر اے کی زینت بنتے ہی وہ دیکھنے والی آنکھ کو متحیر کر سکتا تھا چونکہ ستان کی نگاہ بیلا زامی کے مالک پر گڑی تھی۔

اس نے اس آدمی کی سوچی اور ابھری ہوئی آنکھوں میں امر کے لیے ستاش، پسندیدگی اور بہت سی دوسری فیلنگوں کو یک بیک اترتے دیکھا جو اس جیسے ہر عیاش، ادیب، زمر دولت مند کو ایسی کمزور طبقے کی اور ضرورت مند لڑکی کو دیکھ کر اٹھتی ہوں گی۔ جس کے

گرلز اور شاہجک کرتی کسٹمر کی ہیلو کی ٹھک ٹھک اس کے دماغ یا اعصاب پر جس طور برا اثر انداز ہو رہی تھی بظاہر پرسکون نظر آتے ستان کی ساتتیس امر کی آواز پر متوجہ تھیں جس میں کوئی جگہ، کسی مسکراہٹ کی آمیزش اور نرمی کے برعکس ایک سرد قسم کی شائستگی کی جھلک تھی۔

ستان کو اس آواز کی کسی کو الٹی میں دلچسپی نہیں تھی سارے ماحول میں وہ جس چیز کو انجوائے کر رہا تھا وہ اس کے لیوں کو چھوتے الفاظ تھے۔

”معذرت کے ساتھ میم مگر یہ ڈریس بھی آپ پرسوٹ نہیں کرے گا۔“

اس نے یہ جملہ کوئی چوتھی بار دہرایا تو ستان نے ماسک میں چھپے چہرے کے ساتھ پریشانی کو آنکھوں سے ظاہر کیا۔ پھر سامنے دیکھا فرنٹ ڈیک کے سامنے سٹنگ ایریا تھا۔ خواتین کے ساتھ آنے والی مردوں کی اکثریت وہاں پڑے لیے کاؤچز پر اپنا وقت فون کے ساتھ یا اپنی بیوی کے علاوہ باقی فی میل کو بھرتے ہوئے گزارتے تھے۔

چوچی بار دہرائے جانے والے جملے پر لمبے کاؤچ پر بیٹھے آدمی کے چہرے نے تیزی سے رنگ بدلا۔ اس نے فرنٹ ڈیک پر بیٹھے منیجر پر ایک جتنائی ہوئی نگاہ ڈالی پھر ستان نے اسے وہ جگہ چھوڑتے دیکھا۔

یہاں کسٹمر کو گائیڈ کیا جاتا ہے یا پھر ان کی باڈی ٹیم کے ذریعے انہیں ہرٹ کیا جاتا ہے۔ ستان سے مخاطب ہونے کے بعد اب وہ ایک کی جانب بڑھ رہا تھا وہاں محسوس کے پرفیکٹ فکر پر مبنی لباس سج رہے تھے۔ وہ آدمی اپنی منہز کے پاس آکر آئیڈل قد و قامت والے فکر کی مالک امر پر برسائیں کی اونچی ہوئی آواز پر وہاں باقی اشاف اور کسٹمرز کا ان کی طرف متوجہ ہونا فطری تھا۔

کچھ دیر پہلے تک اس ریک کی طرف متوجہ ستان اب اسی چھوٹے سے ہجوم کا حصہ تھا پھر اس کیل سے ایک منٹ میں دس بار سواری کرتے اس منیجر کو وہاں

پر کراچی میٹھی میڈم کا نمبر ملاتے ہوئے خشے کی دیوار کے قریب آئی۔ اس نے سان کو پارکنگ ایریا کی طرف جاتے دیکھا پھر دوسری نگاہ اس شاہک سینئر کی گئی جتنی میڑھیاں اترتی امر پر ڈالی۔ اپنی فون کال کے جواب میں ہیلو سنتے ہی وہ شروع ہو گئی۔

”میڈم! یہاں کراچی میں مس می کی مین براؤنچ سے آپ نے جس منیجر کو یہاں ٹرانسفر کیا ہے، وہ یہاں اپنی ڈیوٹی کے معاملے میں کچھ زیادہ سنجیدہ نہیں“ وہ گفتگو کو تاپ تول کے بولی۔

کیا پتا وہ میڈم کا چیتا ہو، چال و حال میں اچھا دیکھنے والا کسی بڑی سی سی سے ہو۔ دوسرا یہ کہ اس نے سیٹ پر آتے ہی یہاں جس لڑکی کو جواب دی تھی، وہ اس قدر اسٹوڈیہ ہے کہ آپ کو کیا بتاؤں۔“

چال و حال میں بہترین اور اچھی پوسٹ کے مالک منیجر کے خلاف تاپ تول کر بولنے کے بعد اب وہ صرف امر کی برائیوں میں رطب اللسان بھی اپنی رائے کا حق وہ اپنے سے بھی کمزور طبقے کی لڑکی کے خلاف استعمال کر رہی تھی۔ اس کی باتوں کو کون کر کمپیوٹر سیکشن میں بیٹھے کیشمر نے برا سامنا نہ بتایا۔

اس بے چاری کا صرف اتنا قصور ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتی۔ بانی کا تماشا سی سچ کا نتیجہ ہے، میڈم سے بات کرنی اس لڑکی کی نگاہ امر سے ہٹ کر شاہک سینئر کے آگے گاڑی کو بریک لگاتے منیجر پر رکی جس نے بریک لگانے کے بعد اپنا چہرہ فرنٹ سیٹ کی طرف موڑ رکھا تھا کیونکہ وہ اس طرف آچکی تھی۔

سینئر کے سینڈ فلور کے کاؤنٹر ایریا میں ورک ٹیبل کے پیچھے بالکل فارغ بیٹھے بیلا ز کے مالک نے بھی اپنا چہرہ خشے کی دیوار کے پرکھ کی طرف موڑ رکھا تھا، اس کی نگاہ اس منظر پر گڑی تھی جہاں سیاہ کار میں چہرے پر سیاہ ماسک چڑھائے وہ مرد بورنگ حلیے کی مالک اس لڑکی کے گاڑی میں بیٹھنے کا منتظر تھا یہاں اس کو سان کی وجہ سے جاب کی عمدی پھر دوران ڈیوٹی جیسے ہمہ وقت وہ اس کی طرف متوجہ رہتا تھا ایک مرد

جاب چھین جانے کی تلوار جس کے سر پر لنگ رہی ہو پھر ایسا ہوا کہ یکا یک اس کی جانب ابھی ایک مرد کی نگاہ نے اسے چونکایا اس کی آنکھ نے اچانک ہی وہ فرق تلاش کر لیا یعنی ہر بار جھٹکنے کے باوجود بھی اندر کہیں جس موجود تھا جو عام سے حلیے کی مالک اور لڑکی کو کئی ایک فی میل کی موجودگی میں نمایاں کرتا تھا۔

اس کے منظر کے کوئوں کو چھوٹے سیدھے سلی بال اس کی سپاٹ شخصیت کی واحد کشش نہیں تھی۔ اس کا سراپا ان موسمی جسموں کے برقیٹ فلورز اور اس کے بالوں سے کہیں زیادہ پرکشش تھا۔ وہ اچانک سمجھا کہ یہاں اس مشن میں امر جیسی لڑکی کو کیوں ہائر کیا تھا۔

☆☆☆

اگلے دن جب سرما کی نرم دھوپ اس منجے بازار کی اونچی عمارتوں کی گردنیں چھو رہی تھی تو مس می کے اسٹاف نے ان دونوں کو ایک ساتھ باہر نکلتے دیکھا اس منظر پر کہانی گھڑی جاسکتی تھی۔

موسم کے ٹھنکنے کی وجہ سے آج یہاں کسٹمرز کا رش تھا۔ ایسے میں ایک ورکر لڑکی کے ساتھ باہر کی جگہ پر چائے کافی پینا کچھ ضروری نہیں تھا۔ یہ کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا۔ چلو وہ تو منیجر تھا مگر وہ لڑکی..... افسہ“ اسٹاف گرل کی ہیڈ نے مٹھیاں جھنجھیں وہ یہاں کسی بھی غیر ذمہ دار ورکر کے خلاف اپنا حق استعمال کر سکتی تھی۔ وہ اپنا وقت ضائع کرتی بھی تھی تو بس اتنا کہ کمپیوٹر کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے اس ہینڈ نم نو جوان سے گپ شپ کر لیتی تھی۔

وہ محتاط قسم کا نو جوان اچھی گاڑی اور پرکشش سلری ہونے کے باوجود اس کے ساتھ یوں آزادانہ گھومنا پھرنا انورڈ نہیں کر سکتا تھا مگر اس نے منیجر کو تو کسی کی پرواہ ہی نہیں تھی ایسے بے پرواہ بندے کو کیا ایسے بورنگ چہرے کے ساتھ گھومنا چاہیے۔

ایک فطری حسد کے ساتھ امر کو گھورتی وہ کیوٹ سی ہیڈ اسٹاف رش والے ایریا سے ہٹ کر اپنے سیل

کی ایک عورت کی والہانہ توجہ پر کہانی گھڑی جاسکتی ہے۔ بطور ایک مرد اور عورت کے ساتھ ہونے پر انہیں دیکھنے والی ہر آنکھ نے کہانی گھڑ لی تھی۔ سیاہ گاڑی کے چلتے ہی منظر بدلیا گیا اس کی جگہ وہاں دوسری گاڑی نے گھیر لی تھی۔

ہر جگہ پر منظر بدلنے کے بعد کی بھی ایک کہانی ہوتی ہے پھر منظر پر موجود لوگ اسے اپنے طرف دسوچ اور کردار کے مطابق لکھتے ہیں۔ اپنے کام سے کام پر رکھنے والے کیشمر کی نظر میں وہ بچی اور مناسب لڑکی تھی جبکہ اس سین کے بعد بیلاز کے مالک کی نظر میں اس کی قیمت مزید گر چکی تھی۔

مجبوریوں کی باری خیر دوسرا بے کی مالک وہ لڑکی گویا چلتا پر پرزہ تھی میجر کے ساتھ ڈیٹ مارنے والی وہ درکار پیچھے اسٹاف کر لڑکی گوسپ میں گویا ایک حادثہ سالے کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ اس مرکزی بازار میں رہتی ٹریک کو پیچھے چھوڑ دینے کے بعد ان کی گاڑی اب دن وے پر تھی۔ منظر سے ہٹ جانے والوں کی زندگی میں اچھے یا برے طور پر اثر انداز ہونے والے کئی لوگ اور کئی منظر پیچھے رہ جاتے ہیں سو رہ جاتے ہیں پھر آگے سفر میں انہیں کن منظر دن میں اور کس طرح کے مقام پر اترتا ہے، وہ وہ ان کی اپنی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔

☆☆☆

”مجھے اسی راستے میں بڑے اپنے گھر سے ایک ضروری قابل اٹھانا ہے۔“ کیمتال روڈ کو چھوڑ کر وہ کالونی میں داخل ہونے لگے تو اس نے وضاحت دینا ضروری خیال کیا یا وجود اس کے وہ کارفون پر نشان اور اس کی ماں کی گفتگوں چلی گئی۔

گوکہ تمہاری باس وقت کی پابند نہیں۔ اس لیے تاخیر کی صورت بھی ہم اس جگہ وقت پر پہنچ جائیں گے۔

وہ کہہ رہا تھا یعنی اس نے شخص بیٹھی اس کے کسی انداز میں جھلکتے ٹھکر کو پایا تھا۔ گاڑی کو گلیوں میں ڈالتے ہوئے اس نے بات کا رخ باں کی کال سے

بیشتر ہونے والی گفتگو کی طرف موڑنے کا سوچا۔ اس نے اس کے ساتھ کچھ اہم انفارمیشن شیئر کر تھیں تو بیلاز کے مالک کے متعلق ہر انفارمیشن کو توجہ کے ساتھ نہ کر جواب میں اس نے جس اعتماد کے ساتھ ”آئی نو سر“ کہا تھا۔ وہ حیران کن تھا وہ بات کو وہیں سے جوڑ کر مزید جانا چاہتا تھا۔

اس آدمی کے بارے میں اس لڑکی کی معلومات کہاں پر ختم ہوتی تھیں۔ بات ابھی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ دوبارہ سے آنے والی کال پر وہ جس لب و لہجہ میں ماں کو بتا رہا تھا۔

”میں گھر کے سامنے ہوں وہ امرحی کے لیے نیا تھا لیکن وہی لہجہ کسی دور دس سے بات کرتی، ماں پر عاتب کر رہا تھا کہ وہ واقعی اس وقت اخروٹی رنگ کی عمارت کے سامنے موجود ہے۔

گاڑی روک کر پھر باہر آنے کے بعد گیٹ کا تالا کھولنے تک اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ گھڑی کے شیشے سے باہر جھانکتی اس لڑکی کی آنکھوں نے اچانک جود دیکھا۔ وہ اس کے لیے بہت خاص تھا۔ اس کی آنکھیں اس منظر سے بندھ کے رہ گئیں۔

اس اجنبی گھر میں پہلی بار جانے کے لیے گھر کے مالک کی اجازت ضروری تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ اس کو گاڑی میں چھوڑ کر مالک اندر چاچکا تھا۔ ایک منظر سے بندھی آنکھوں نے اسے بے اختیار کیا۔

”اجازت جائے بھارت میں۔“ اس کی سواری مطلوبہ مقام سے پہلے رک چکی تھی اسے کس مقام پر اترنا تھا یہ اس کی اپنی مرضی تھی۔ وہ دونوں گھر میں ایک ساتھ داخل نہیں ہوئے تھے۔ وہ گہری حسیات کا مالک مڑ کے دیکھنے بنا محسوس کر چکا تھا کہ گھر میں کوئی دوسرا بھی ہے۔

اس وقت جب دھوپ عمارتوں کے سروں کو چھوری تھی۔ رہائشی حصے کا مرکزی دروازہ لاک کرنے کے بعد اس نے پلٹ کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ پھر راہداری کو خالی یا کردہ عمارت کے سائیڈ لائن میں آیا۔ وہاں بھی کوئی نہیں تھا تھا تھ میں پکڑی

ساتھ ہی کچھ دہریوں میں پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ساتھ ہی خوشبو کا وجود بھی محلوں میں مٹ جاتا ہے۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد وہ اسے بتا رہی تھی ایک چھوٹی کیاری پر پڑا تانیکلون ان تمام غصوں کے لیے کم تھا دوسرا میرے پاس وقت بھی کم تھا آپ مانی کو یاد کروادیں گے گا وہ کیاری پر دوسرا تانیکلون ڈال دے گا۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر بات کر رہی تھی۔

”اس قسم کی سیرمی ایک تجربہ کار کے استعمال کے لیے ہوتی ہے۔ وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔

”میں نے اسے مجھ کے تنے سے محول کر اسی رسی کے ساتھ اس پھول دار چیز کے ساتھ باغ دیا تھا لہذا اس قسم کی سیرمی ایک سمجھ دار کے استعمال کے لیے بھی ہوتی ہے۔“ وہ جواب میں کہتا چاہتی تھی لیکن اس نے صرف اتنا کہا۔

”بلا متقد نہیں چڑھی تھی اور وجہ ہر خوف ختم کر دیتی ہے۔“

اگر وہ ڈرائیو تک سیٹ پر نہ ہوتا تو اس بات پر اسے دیکھتا۔ وہ اسے تادیب دیکھتے رہنے کے لیے دیکھتا ایک اچھی گھر کے تباہ پھولوں کی گولائی قائم رکھنے کی خاطر ان کی خوشبو کا وجود بچانے کی فکر میں بے اختیار ہونے والی۔

کیا یہ وہی لڑکی تھی جو بیلاز کے مالک کی حقیقت جاننے کے باوجود اس سفاک آدمی سے بنا کسی بے خوف کے میل جول بڑھانے کی کوشش میں تھی۔ کیا وہ بھی جو اس کا خوف ختم کر چکی تھی۔

اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ وہ اس کی چھٹی کی وجہ انویسٹی گیشن نہیں کر رہی تھی، اس کی ورک پارٹنر امر حسی واقعی میں سنان کی طرح رہا کے لیے کام کر رہی تھی فرق یہ تھا سنان صرف کام کر رہا تھا جبکہ اس کے انداز میں سمجھا رہا تھا۔

☆☆☆

ایک اوسط درجے کے محلے کی پروردہ، سولہ سترہ سمجھنے جزل اسٹور میں گزارنے والے حسی کی اکلونی بیٹی، جو یونیورسٹی کی تعلیم ادھوری چھوڑ کر ایس ایس پی

فائل کے ساتھ بیرونی روش پر چار قدموں کے بعد اسے رکنا پڑا۔

”میں یہاں ہوں سر۔“ اس نے خاموشی سے ابھرتی اس آواز کو مڑ کر سائیڈ لان میں ڈھونڈا۔ بلاشبہ وہ اس کی آواز پر رکھا تھا۔ ”یہاں اوپر ہوں۔“ ان تین الفاظ نے اس کو گردن اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

ساکت، صباحت جامد، حق، دق، ہکا بکا ان سے ملتے جلتے کئی الفاظ اس بل کی کیفیت کے آگے پانی پھرنے نظر آ رہے تھے۔ مجبور کے درختوں کی ہمسائیگی میں ایک سیدھے پھول دار درخت کے ساتھ لکڑی کی لمبی سیرمی ٹکا کر وہ اوپر تک چڑھی گیا کر رہی تھی۔

دھوپ یا تو عمارتوں کے سروں پر تھی یا اس کے کھلے سیدھے بالوں پر تھی۔ وہ محمد سا ہو کر ان زرد کرنیوں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے کھلے بالوں میں چھپ رہی تھیں۔ نیچے ہر چیز شام کے نرم اجالے میں تھی۔ وہ چہرہ روشنی میں تھا روکنے آنگھوں کو بلند لیا تھا۔

ہر وقت کے لیے یہ کہانی گھڑنے جیسا تھا تھا۔ اس خوش نوجوان نے اس وجہ سے سانس روک کر رہی تھی اگر اونچی سیرمی تنے سے کھسک جاتی تو اس قدر اونچائی سے گرنے کے بعد وہ جان سے نہ بھی جاتی تو کیا دوبارہ اسے بیروں پر کھڑی ہو سکتی تھی؟

اونچی مغل کے کھلتے بلوں کو گردن کے گرد لپیٹتے ہوئے بے فکری کے ساتھ وہ جیسے احتیاط کا مرحلہ سیرمی کے ذمے لگا کر اتر رہی تھی وہ اس کی لاپرواہی، اور بے خونی پر ساکت کھڑا تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ وقت نے کہانی گھڑ لی تھی اس منظر میں جھلکی خوشی اور کشش کسی دوسری جگہ پر کوئی دوسرا انسان مدتوں بعد بھی نہیں دیکھ پائے گا۔

☆☆☆

اصل میں سردی کے عروج میں پھوٹی ان کوئیوں کو اگر کچھ ہفتے تانیکلون سے ڈھک دیا جائے تو موسم بہار میں کھلنے والے ان کیما پھولوں کی گولائی اور خوشبو پھر گھنٹوں برقرار رہ سکتے ورنہ کھلتے

ریا کے لیے شاید بطور ایک پرائیویٹ ایجنٹ کے کام کرنی تھی دونوں صورتوں میں اسے پیسے کی کمی نہیں ہونی چاہیے تھی مگر وہ بھائی کی سرجری کے لیے ہسپتال کے اخراجات میں ڈاکٹر سے رعایت چاہ رہی تھی۔
 سان کی چھٹی حسن کہتی تھی اس کی انویسٹی گیشن فائل میں امر سے متعلق کہیں کچھ مسک تھا اپنے تمام سوز و گم سے کار لاتے ہوئے اتنا سب کچھ معلوم کر لینے کے باوجود اس پر شاید پہلی بار واضح ہوا تھا کہ ہر جگہ آپ طاقت سے کام نہیں لے سکتے، کسی کے اندر کا مجید بنانے کے لیے آپ کا بایا اختیار ہونا بھی کچھ معنی نہیں رکھتا۔

سعود باؤس کے سامنے سے لیکر آگے چند ایک لمبوں میں، وہاں سے پھر وین اسٹاپ تک پھر مین سڑک سے اس کے محلے کے پلے چوک تک ان تمام جگہوں کے بیچ کی سڑکوں پر وہ کس کس سے ملتی رہی ہے حتیٰ کہ اپارٹمنٹ بلڈنگ کے سامنے اور لفٹ کے اندر تک کے مناظر جب وہ پہلی میٹنگ کے لیے اس کے اپارٹمنٹ میں آئی تھی تو گزشتہ بیٹھے میں ان تمام جگہوں کی وہ سی سی وی فوٹیج چیک کر چکا تھا۔
 گزشتہ دن بارہ دونوں میں اس نے کب کب کا سفر کیا نہ کسی گاڑی سے لفٹ لی، کہیں رک کر کسی سے ہمکلام ہوئی نہ کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ ہاں کسی نہ کسی جگہ شو لڈر بیک میں ہاتھ گھسا کر پھر سیدھے ہاتھ کی چند انگلیوں میں کچھ مھرے وہ محتاط سا ہو کر کچھ منہ میں رکھتی تھی۔

وہ کوئی انرجی ٹیکس نہیں یا کھانے کی کوئی اور چیز فوٹیج میں ان سینز کو رپوائنڈ کرنے پر بھی وہ یہ تک نہیں جان سکا، اس نے ابتدا میں ہی ریا سے اس لڑکی کے متعلق پوچھا تھا۔ یہ بھی ایک پروفیشنل سوال تھا جس کا جواب دینے میں وہ اگر شروع دن سے ہی پہلو ہتی سے کام نہ لیتی تو یقیناً وہ اپنے کام سے کام رکھتا اس نے چھپایا تو برا کیا۔

یہ ان دونوں کی ازلی مقابلہ بازی کا نتیجہ تھا جو صرف علاج کی غرض سے چھٹی لینے والے آفیسر کو

اب بال کی کھال نکالنے پر مجبور کر چکا تھا۔
 اس کے پاس اب ایک آخری سوال تھا جس کا جواب ان سردر استوں کو تاپنے والی لڑکی ہی دے سکتی تھی، مگر وہ لڑکی دوست مزاج نہیں تھی لیکن وہ مزاج آشنا تھا تو اس آفیسر نے اپنی نفیشت کا انداز بدل ڈالا تھا، وہ خود کو اس مقام پر لے آیا تھا جہاں کسی سے جان پچان میں آسانی ہوتی ہے۔

☆☆☆

عموماً کیلئے سفر کرنے کی صورت وہ کارفون آن رکھتا تھا لیکن کیا یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے کسی میلبی میمر کی کال کی دوسرے کی موجودگی میں کارفون پر لیتا، صبح کے کسی وقت میں اس نے ماں سے بات کی پھر اسے تاکید کی تھی کہ سہ پہر کے اوقات میں مجھے گھر میں بڑی ابا کی ایک فائل سے متعلق یاد دہانی کرواتے رہیے گا۔

وہ جانتا تھا کہ صرف ایک صورت میں کسی دوسرے سے جان پچان بڑھانے کا سلسلہ نکل آتا ہے۔ جب آپ اپنے گھر یا قریبی رشتوں کو اس پر عیاں کرتے ہیں جب گاڑی میں وہ کیاری کے پھولوں کو دو بارہ سے ڈھانکنے کی بات کر رہی تھی تب وہ سامنے بڑک پر دیکھ رہا تھا اس کے نوٹس میں تھا کہ اس نے ڈیش بورڈ پر بڑی فائل کو آگے جھک کر دیکھا تھا وہ خوب مزاج آشنا تھا تو متحضر تھا کہ وہ اس فائل سے متعلقہ مریض کے بارے میں بات کرے گی وہ دونوں اپنی ذیونی مامور تھے لیکن ان کا دھیان اپنے بیمار بڑے بچے پیاروں میں اٹکا تھا اس کی ایک جیسی پوزیشن میں امر کو اپنے درک پارٹنر سے ہمدردی ہو سکتی تھی۔ سان کی گاڑی جب ایک بوٹن ایریا کے چھوٹے سے کینے کے سامنے تھی تو اس نے سنا وہ اس کے باپ کا حال دریافت کر رہی تھی۔

☆☆☆

ایک بڑے سے ہال پر مشتمل وہ کینے اندر سے خاصا کشادہ تھا۔ ریا نے اس میٹنگ کے لیے جگہ کے انتخاب میں خاصی سمجھ بوجھ سے کام لیا تھا دیگر

چیز کا جائزہ لینے کے بعد وہ امر کی بے سکونی کی وجہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے پاؤں میں جو بھی مسئلہ تھا وہ میٹر می چڑھنے یا اترنے کے نتیجے میں تھا۔ اس سے آگے کا سین اس کے وہم و گمان سے باہر تھا۔ ”ہاٹ ایڈ ہیٹ کینے کی جانب سے آپ دونوں کے لیے اس شام کا تحفہ جو کل نہیں آئے گی لوٹ کر۔“

دس گیارہ سال کی بچی نے اپنے دونوں ہاتھوں میں موجود دس روپے کے سائز جتنے تحریر شدہ کارڈ ان دونوں کے ہاتھوں پر رکھے۔ تمہارے ساتھی کا لباس کل بدل جائے گا۔ لیکن یہ کارڈ تمہیں آج کارنگ یا دلاتا رہے گا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی پھر کورٹش بجالاتے ہوئے پلٹ گئی۔

”اف ساقی؟“ اس نے ٹھنڈی ہوتی پشیمانی کے ساتھ ہاتھ میں چلے بھورے کارڈ کو پھر کوٹ سے جھلکتی اس کی شرٹ کو دیکھا، فی الوقت وہ چہرہ دیکھنا مشکل کام تھا۔ اس دوسرے فرد نے ہاتھ میں موجود کارڈ کے مشکل قسم کے رنگ کو سرسری سادہ کیا۔ اودہ خدایا تو کیا یہ ماحول انہیں بھی ایک کپل ظاہر کر رہا تھا، اطراف میں ایک دوسری میز کے پاس کھڑی اس بچی کو دیکھ کر اس کی نگاہ کے سپاٹ تاثر میں ایک دراڑ سی پڑی۔ اب سامنے بیٹھے شخص نے کارڈ کو نیچیں پر رکھ دیا تھا لیکن ایسا نہیں تھا کہ اس نے لباس کے اس مشکل رنگ کو جاننے کی کوشش ترک کر دی تھی۔ کاش وہ بھی اس کوفت کا اظہار کر سکتی۔ اس نے ہال کے داخلی دروازے سے رہا کو آتے دیکھا، ہمیشہ کی طرح اسٹائش اور تروتازہ اس نے بھورے کارڈ کی تحریر پڑھے بنا اسے بیگ میں ڈالا۔

”محذرت کے ساتھ بٹ آئی نو میں کچھ زیادہ ہی لیٹ ہو گئی۔“ اس نے کرسی چھینٹتے ہوئے وضاحت دی۔

اس کا مخاطب سنان تھا، امر کو اس کے انتظار کی عادت تھی جبکہ دوسرا شخص بہت خاص تھا بہت اہمیت کا

ایسی جگہوں کی نسبت یہاں ایک پرائیویسی ایڈاپٹ کرنا پرسکون قسم کا ماحول تھا یہ ماحول برنس یا آئینہ نشینی میننگنز ڈیزرو نہیں کرتا تھا کینے کے آگے گاڑی سے باہر آکر پاؤں بھر چلتے ہی اس نے ٹیلیوژن محسوس کی۔ اسے وہ چیز یاد آئی جو وہ آخر وہی رنگ کے گھر میں بھول آئی تھی اس نے برا کیا جو انجم کے ہلاک ہیل کوٹ شوز چڑھا آئی۔

وہ نئے نکور کوٹ شوز اسے کچھ بڑے تھے، بوتیک میں سب ٹھیک تھا چونکہ وہ جوتا اتار کر میٹر می پر چڑھتی تھی پھر نکلنے کی جلدی میں اس نے جوتا تو پہن لیا مگر جرابیں چھوڑ دیں۔ ان موٹی جرابوں کی غیر موجودگی سے جوتا بخل خل کرنے لگا تھا۔ کینے کے چلنے فرش پر نشان کے ساتھ حطاط سا ہو کر چلتے ہوئے اسے جوتا سنبھالنے کی پڑی تھی۔

اس کے قدم ٹھیک کے چلنے کو وہ نوٹس کر چکا تھا۔ وہ اس کی معیت میں جہاں رکی وہ ایک سائینڈیکسٹیل تھی، کینے کے اس ہال میں وہ واحد ہوگی جو اس برعدت ماحول میں آکر بھی غیر آرام دہ تھی، اسے رہا کا لیٹ ہو جانا بھی پریشان نہ کر رہا تھا یہاں بیٹھ کر وہ لب چبانے کے سوا کیا کر سکتی تھی اس کا ابا اور اس کا چچو ہا پٹھل میں اس کے خنجر تھے، یہ اس کا ذاتی مسئلہ تھا ابا کہا کرتا تھا جس جگہ مسئلے کا حل موجود نہ ہو وہاں پریشان حالی کا اعلان نہیں کرتے اس نے اعصابی بھینچلا ہٹ پر قابو پاتے ہوئے اپنے ارد گرد دیکھا۔ یہ کیا اتفاق تھا کہ ان کے اطراف کی میزوں پر بھی صرف کپل موجود تھے۔ ایک دوسرے کے آنے سامنے بیٹھے ان خواتین و حضرات کے انداز میں بے تلفی تھی۔ ان کی مسکراہٹوں میں معنی خیزی تھی۔

پتا نہیں لوگ محبت کے لیے اتنی فراغت کیسے ڈھونڈ لیتے ہیں، ان میزوں سے ہوئی اس کی نگاہ میں بیزاری نمایاں تھی، ایسے موڈ میں اس کا ہاتھ بیگ میں گھسا جہاں ایک چیز بھی چومہ میں رکھتے کے ساتھ کبھی وہ پرسکون ہو جاتی تھی اس کے سامنے بیٹھے آفیسر کا جوتا نہایت آرام دہ تھا اندر آتے ساتھ ہی ہر

کی فٹا ہونے جیسی کیفیت پر تشویش میں مبتلا ہوا۔ اس لڑکی کی نگاہ کے سپاٹ تاثر میں پڑنے والی دراز کب کی بھر چکی تھی مگر اس کی انگوٹھی میں بڑا پنک اسٹون اس وقت بھی بے تاثر نہیں تھا، وہ دونوں اب آپریشن کی حتمی کارروائی کے ایک پوائنٹ پر چادلہ خیال کر رہی تھیں۔

اس بتادلہ خیال کے چند جلوں پر وہ چونکا۔ اس لڑکی کو میدان مارنا آتا تھا یا وہ ایک بہترین شوگر می جو بھی تھا لیکن کارروائی کے اس سنگین حصے میں قانون کو صرف اس کے سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ جواب تک انہیں سن رہا تھا۔ اسے گفتگو میں آکر ایس ایس بی ریا کو ٹوکنا پڑا۔ ”مانا کہ مافیا کے لوگوں سے قانونی جنگ تمہارے لیے نئی نہیں ہے ایسے کیسز میں تمہیں کامیابیوں کا سامنا بھی رہا ہے۔ لہذا تم جانتی ہو ان قانونی اداروں کے ہم جیسے انفرسٹر جب اس طرح کے مافیا کے خلاف حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو اس طرح کی حتمی کارروائی سے پہلے ایک پوری نیم ترتیب دی جاتی ہے۔ آئی تو تم پلان میکر ہو، میں نے اس کیس کو صرف بڑھا ہے یا پھر چند دنوں کا ایک کریکٹر ہوں اور جس اے جیل سے میں دیکھ رہا ہوں تو بیلارز کا مالک، ایسے جرائم کی دنیا کا خطرناک کھلاڑی ہے اس کے خلاف کارروائی کے لیے صرف مجھ سے اور امرحسنی سے میٹنگ کرنا اگر کچھ معنی رکھتا ہے تو مجھے بھی سمجھاؤ پلیز۔“

وہ میز پر دونوں ہاتھ جما کر بولا۔ اس کی مخاطب ریا تھی وہ اسے دیکھ رہا تھا گلابی بیش آن میں نمایاں ہوئی اس کی سفید رنگت کی چمک میں لمحہ بھر کو جو چیز ماند ہوئی وہ اس کا کانفرنس تھا۔

وہ تینوں ساتھ ہوتے تو امردیکھتی کہ وہ اس سے خاصے رعب سے بات کرتا تھا وہ اس کا رعب برداشت بھی کر جاتی تھی یقیناً اس لیے کہ وہ ایک مضبوط قانونی ادارے کا اعلا افسر تھا۔

”چونکہ میں پلان میکر ہوں تو صرف پلان کو حتمی شکل دے رہی ہوں کیونکہ پولیس اسٹیشن کے اندر

حاصل اس نے رکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا موڈ سمجھنے کی کوشش کی۔ عتائی گرم شمال کے ساتھ وہ گہرا فیروزہ سوٹ پہنے ہوئے تھی گالوں کے اٹھا پر چمکتا گلابی بیش آن اس کے چہرے کی جاذبیت اور سفید رنگت نمایاں کر رہا تھا۔ معذرت کرتے ہوئے وہ کتبوی کے ساتھ مسکرائی تو وہ ہمیشہ کی طرح نظر چرا کر رہ گیا۔

”میں اس میٹنگ میں شرکت کے لیے ہامی بھرنے پر پہنچتا رہا ہوں میڈم! کیونکہ میں نے اپنے قادر کی فلیش فائل پر ڈسکشن کے لیے ڈاکٹر سے وقت لے رکھا تھا، کلائی موڑ کر گھڑی دیکھتے ہوئے وہ بولا تو چہرے کے عکس اس کا لہجہ برہمی ظاہر کر رہا تھا، وہ اس کی بات پر ہنسی۔

اس خوب صورت ماحول اور پرسکون کمنے میں ریا اس کے سنجیدہ چہرے کو نظر جمائے نہیں دیکھ سکتی تھی وہ اس امر جیسی معمولی دور کر کی موجودگی میں اس سے کوئی رشتہ یا بے تکلفی ظاہر کرنا اچھا نہیں سمجھتی تھی وہ اس سے اس انداز میں ملتی جیسے ایک محکمے کا افسر کسی دوسرے محکمے کے بڑے افسر سے ملتا ہے پھر وہ جانتی تھی کہ وہ بدلتا جی کا مظاہرہ کرنے پر آئے تو کسی تیسرے کی موجودگی فراموش کر دیتا ہے۔

لہذا دوبارہ سے سوچی کرتے ہوئے اس نے بات کا آغاز کیا۔ کمنے میں بھری مناسب سی روشنی میں وہ اسے بات کرتے دیکھ رہا تھا جس کے لباس کا رنگ اس کے ذہن کے کسی حصے میں نہیں آ رہا تھا، وہ اسے دیکھتے ہوئے سن رہا تھا، اس مخصوص موضوع اور اس کے حوالے سے بات کرتے ہوئے وہ حسن قدر بے خوف ہو کر بات کرتی تھی، وہ بہادری نہیں سمجھتی تھی اور سنانے جیسے کیفیت تھی اس کیفیت کے پس پردہ کچھ تھا جو وہ جاننا چاہتا تھا تو صرف ریا کی ضد میں۔

اس نے کیسے سوچ لیا تھا کہ وہ سنان سے امرحسنی کی حقیقت چھپا سکتی ہے، وہ بات کر رہی تھی وہ اسے دیکھ رہا تھا جانے کیوں لیکن آج پہلی بار وہ اس

عہدے پر فائز شخص کے حصے میں آیا تھا جانے کیسے؟
جانے کیوں؟ اور کیوں؟ اور کیوں؟
مشکل رنگ پہننے والی کے چہرے پر ایک مشکل
لمحہ ٹھہر گیا۔ اس نے سر اٹھایا یہی وہ پہلا لمحہ تھا جب ان
دونوں کی نگاہ ایک ذاتی وجہ میں گھر کے لی، وہ اس
کارڈ کو پڑھ چکا تھا جانے کیوں؟ اور کیوں؟ بنا وجہ بنا
جواز اس نے کارڈ پر رقم تحریر کروان آنکھوں میں تلاشنا
چاہا۔

بلا وجہ ہی اس شام میز پر وہ اس کی ساتھی تھی تو
کسی خبر لےنے نے سامنے والے پر عیاں کیا آخر رسم
روداد بھی کچھ ممتی رکھتے ہیں۔ اس کارڈ کو کوئی تیسرا
کیسے چھو سکتا تھا۔

”خیر پورے اسپین میں تو نہیں بلکہ اس رسم کی
بنیاد اےلس کے قجر خانوں میں پڑی تھی۔“ وہ کارڈ کو
میز سے اٹھا کر بولا۔ ”تاریخ بتاتی ہے وہاں کے جنگجو
جنگ پر جانے سے پہلے قجر خانوں میں آتے تھے۔“
وہ شام کے سیاہ پڑتے ہی اپنے کسی بہت پیارے
سے آخری ملاقات کے لیے وہاں آئے تھے وہ شخص
تاریخ بتا رہا تھا اس کی وضاحت میں سنجیدگی تھی لیکن
اس کی آنکھوں نے میز پر موجود دونوں لڑکیوں کے
چہرے کو ایک بیک رنگ بدلنے دیکھا۔ ایک بے
رنگ چہرہ حیدر دہوا۔

دوسری لڑکی کی سرخ سفید رنگت میں لمحہ بھر جو
ماہدی پڑا۔ وہ اس کا کانفیڈنس نہیں تھا۔ اگلے لمحہ وہ
سنبھلی۔

”اودہ گاڈ!“ اس نے آنکھیں سمٹھا کر پہلے امر،
پھر ستان کے ہاتھ میں موجود کارڈ کو دیکھا جیسے وہ کوٹ
کی اندرونی جیب میں رکھ رہا تھا۔ ”اودہ گاڈ، امر نے
ریبا کو منہ پر ہاتھ رکھتے دیکھا جیسے اس نے قہقہہ
کنٹرول کرنے کی کوشش کی ہو وہ غرری رہی نہیں بے
حس بھی تھی ورنہ ایسے بد صورت رویوں پر عام لڑکی
کے لیے ضبط سے کام لینا مشکل تھا۔ امر حسی کا بے تاثر
چہرہ اسے یقین دلا رہا تھا کہ وہ ایک عام لڑکی نہیں تھی
جس کے لباس سے قیمتی خوشبو پھوٹ رہی تھی وہ گردن

ایسے لمبے ہاتھوں والے مافیاز کے مخبر ہر وقت موجود
ہوتے ہیں، اس لیے ٹیم کو ترتیب دینا بعد کی بات ہے
جو میری نہیں برقی صاحب کی ذمہ داری ہے۔

وہ منہ کا زاویہ نگاہ کر قدرے تیزی سے
بولی۔ گو وہ مانتی تھی وہ انتہائی تیز دماغ کا مالک تھا مگر
اس کے مقابلے میں خود کو کم تر ظاہر کرنا بھی ناگوار تھا
جب دوسروں کے سامنے وہ اس کے کام کو ٹھیک
کے رکھ دیتا تھا تو اسے سکی فیل ہوتی تھی۔

”آج مشکل (بہنوئی) کی طرف سے ویڈیو
ٹریٹ ڈنر پر انویٹ ہیں ہم۔ مجھے اپنی کچھ دوستوں کو
بھی پک کرنا ہے۔“

قریش چلنے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ
سجا کر اٹھنے کا ارادہ کرتے ہوئے یہ رکی قسم کی اجازت
بھی اس نے ستان سے طب کی تھی جواب میں وہ ہلکا
سا کھٹکا رہا۔

”اس کہنے کے رسم و رواج کافی امپرینک ہیں
لیکن یہاں کی چائے اچھی نہیں ہوتی اس لیے بھاگ
رہی ہو ورنہ نڈرتو حاسی تاخیر کے بعد ہوگا۔“

وہ اس کے جتنی غصے کو انجائے کرتے ہوئے بولا
تو ویٹر میز پر چائے کے کپ رکھ رہا تھا۔ وہ اس کا
اشارہ کچھ ہی تھی۔

فیل اس کے کہ وہ یہاں کے رسم و رواج کے
متعلق سوال کرتی۔ انکی نگاہ سامنے میز کے پاس
کھڑی بجلی پر تھی، بجلی کی مٹکتو پر ایسے یاد آیا اس نے
کسی دوست سے سنا تھا، اس نئے تعمیر شدہ کہنے میں
قدیم دور کے رواج کی رسم تازہ ہوئی ہے غالباً یہ
اسپین کے قدیم قجر خانوں کی رسم تھی۔ ”وہ کپ کے
ساتھ پڑے کارڈ کی جانب ہاتھ بڑھا کر بولی تو لہجہ
مسکراہٹ چھلکا رہا تھا۔

یہ وہ لمحہ تھا جو میز پر موجود تینوں نفوس کی نگاہ کارڈ
پر مرکوز تھی جو مشکل رنگ کا تھا۔ اس پر کچھ تحریر تھا اپنے
حصے میں آنے والا کارڈ وہ بیک میں رکھ چکی تھی کیا اس
لیے کہ وہ ایک عام لڑکی تھی۔ دوسرا کارڈ اب عام ہی
حیثیت میں سمیٹل پر پڑا تھا۔ اس لیے کہ وہ ایک اعلیٰ

جھکائے ہنسے جاری تھی۔

اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی پاؤں گھسیٹ کے چلتی اس لڑکی کو دیکھ رہا۔

کیفے کے خارجی ایریا سے باہر پھر سامنے شاہراہ پر جب وہ مین سڑک چھوڑ کر ایک گلی کی جانب مڑی تو دکانوں کے سچ ایک تاریک ٹھکانے سے نکلے اس نوجوان نے جان لیا تھا کہ وہ سوچ نہیں سکتی اس کے پاؤں گھسیٹ کر چلتی کی وجہ کچھ اور تھی اور پھر اس مختصر ٹگونی دراز میں رہ جانے والی تاریکی نے اس زبرک نگاہ کو کیفے کی پارکنگ کی طرف بڑھتے دیکھا جس کی چال و حال عام مردوں سے ہٹ کر تھی۔

☆☆☆

ہائے میں کیسے تعلق کو چھپا کر رکھوں؟

ہائے اس شخص کی باتیں ہیں بتانے والی!

وہ کچھ ایسی ہی کیفیت کے زیر اثر تھی ڈنر پر انوائٹ اس کی یہ قریبی سہیلیاں سنان اور اس کی انوالومنٹ سے ہی نہیں ان دونوں کی ایسی حریفانہ قسم کی حرکات سے بھی آگاہ تھیں، لہذا جب وہ واقعے کی اصلیت کو توڑ موڑ کر اپنی ایک معمولی سی ورکر اور اپنے ہونے والے فیائسی کے سچ کیفے میں ہونے والی غلط فہمی کے باعث کی چیوریشن کو دل کھول کر انجوائے کر رہی تھی ٹھیک اسی وقت نیم تاریک گلی کے پہلے چوک پر ایک گاڑی امرحسی کے بالکل قریب رکی تھی۔ ”جس انداز میں وہ مجھے ستاتا ہے تو مجھے لگتا ہے میرا دل کسی روز بند ہو جائے گا۔“

بیڑی بہن کے پاس دبیز لحاف میں گھس کر وہ سیاہ بیڑی آج کی شام کا منظر بتاتے ہوئے محفوظ ہو رہی تھی تو رات کے اس وقت وہ جہاں کھڑا تھا یہ جزل وارڈ کا ایک کوریڈور تھا اس وارڈ کے آگے سنگ ایریا میں آرام دہ نشیوں کے بجائے پشمنٹ کے لواحقین کے لیے صرف پیچھے تھے بہ نسبت پرائیویٹ رومز کے اس سنگ ایریا میں اچھا خاصا شرس تھا ایک بچے کے سرے پر دیوار سے ٹیک لگائے جس کتاب کی ورق گردانی کے دوران وہ سوئی گئی تھی وہ اس کے ہاتھوں کی گرفت میں ڈھیلی پڑ چکی تھی۔

”اف... اگر سنان اس سفر نے اس کارڈ کو اپنے پاس رکھ لیا تھا تو ایک پھیکے لباس کا رنگ یاد کرنے کی غرض سے نہیں اس کا مقصد مجھے چڑا تھا، وہ مجھے ایسے ہی تنگ کرتا ہے۔ اپنے قہقہوں پر قابو پا کر کھج اٹھاتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی۔

سنان سے اجازت کی رسم نہمانے کے بعد اب وہ باہر جاری تھی۔ چائے جیتی لڑی چہرہ اٹھائے بنا بھی دیکھ سکتی تھی کہ جس ریفرڈی رنگ سچ رہا تھا اس نے ایک چھت پھاڑ قہقہے کو کنٹرول کرنے کی خاطر ذرا آگے جا کر منہ پر دو بارہ سے ہاتھ رکھ لیا تھا۔

جیتی عتابی شال کو خوب صورت گداز ہاتھوں سے سیٹ کرتی وہ آفس لڑکی نہیں جانتی تھی کہ وہ ایک معمولی سی لڑکی کو پیچھے جس کے پاس چھوڑے جاری ہے۔ وہ اس کی اسٹوری کے تحت نہیں بلکہ اپنے پلانز کے مطابق آگے بڑھ رہا تھا آگے ہر قدم پر اس کی نگاہ امرحسی پر تھی۔

☆☆☆

ابھی امرکی پیالی میں کچھ چائے تھی جب اس نے سنان کو اٹھتے دیکھا وہ تیز قدموں کے ساتھ باہر آیا کیفے سے باہر آنے کے بعد مین شاہراہ سے ہٹ کر اب وہ ایک شاپ کے ساتھ تاریک ایریا میں کھڑا تھا۔ یہاں سے کیفے کا وہ ٹیکل سامنے تھا جہاں وہ بیٹھی تھی۔

وہ فون استعمال کر رہی تھی، کچھ دیر بعد وہ فون کو بیگ میں رکھ رہی تھی۔

اگلا سین اس کے حسب توقع تھا مٹھی میں دبی کسی چیز کو بھانکنے کے بعد وہ ایک بیڑی خواہش کے پورا ہونے جتنی مطمئن دکھائی دیتی تھی شے کی دیوار کے اس طرف کھڑے شخص کی نظروں میں تیری انجمن گہری ہوئی۔

اس ہال کی واحد لڑکی جس کے لباس، جویتے بیگ اور تیاری میں کسی لکڑ بڑ کی جھلک تک نہیں تھی جب وہ کرسی چھوڑ کر کھڑی ہوئی تو بہت سے لوگ

اوقات میں گھر کا حلیہ اس کی غیر موجودگی میں بھی رسیٹ رہتا تھا کیونکہ اس کا باپ بے حد نفاست پسند تھا۔

آج گھر میں ماں کے ساتھ پہلو جوڑ کے بیٹھی خالہ کو دیکھ کر اس کا چین و سکون سابقہ دنوں کی طرح غارت نہیں ہوا۔ صبح سے لے کر اب تک وہ جس طرح سے مصروف اور متحرک تھی تو اس کے پاس کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے لیے وقت نہیں تھا پھر دوپہر کو اہم سے ملنے کے بعد اس نے اخذ کیا کہ ہر چیز سیٹ ہونے کے بعد اسے کیا آپ سیٹ کر رہا تھا۔

”شکر ہے اللہ کریم نے سب ٹھیک کر دیا۔“ وہ چھوٹو کے گلے کا ہار بنی۔

وہاں اللہ نے تو سب ٹھیک کر دیا مگر تمہارے جوتے نے مجھے جس قدر خوار کیا وہ بتانے لائق نہیں۔ اس نے کہہ کر چہرہ جھکا لیا۔

چھوٹو کو چھوڑتے ہوئے اہم کا منہ ایک سوالیہ نشان کی طرح کھلا۔

”پہلے صرف اندازہ قمارات کو یقین ہو گیا کہ مجھے دوسروں کی عتایات راس نہیں آتیں۔“ بچے کے منہ میں گولی رکھنے کے بعد وہ منہ بھلا کر بولی پھر اہم نے اسے کمرے میں گھٹے دیکھا، امر کو شکووں کی عادت نہیں تھی یعنی واقعی کچھ بہت برا ہوا تھا جوتا کچھ کھلا تھا مگر اس نے اپنی قیمتی جرابوں کے ذریعے اس کے پاؤں میں فٹ کر دیا تھا پھر ایسا کیا ہوا تھا۔ کمرے سے باہر آئی امر کے ہاتھوں میں اپنے کوٹ شوز دیکھ کر اس نے پریشانی سے خوار ہونے کی وجہ پوچھی۔

”کہنا بتانے لائق نہیں۔“ وہ دواؤں والا لافانہ اٹھاتے ہوئے بولی۔

وہ کئی دنوں سے ایک پلان کے مطابق ساتھ تھے رات کو پہلی بار اس نے لفٹ کی آفر قبول کی تھی۔ یہ ان کے ورک پلان سے ہٹ کر تھا۔

”تمہاری خواری کا سبب تو اللہ ہی جانے مگر میں جوتا تو اپنی خواری کی کہانی سن رہا ہے اپنے نئے کٹور کوٹ شوز کی ہیل پر جی مٹی دیکھ کر اسے بھی تپ

آج موسم صاف تھا، چاند کی روشنی میں نہائی کورڈ کالونی جہاں پرندوں کا جوڑا آج بھی اداس تھا وہاں ایک شاہانہ گھر میں تھوڑی دیر پہلے تک قہقہے بکھیری رہا سعود اب بنجیدہ چہرے کے ساتھ اپنے نرم گداز بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی۔ جس بندے نے اس کی بشارت کو لڑکھڑائی میں ڈال دیا تھا۔ وہ اس وقت ہاسپٹل میں نائٹ ڈیوٹی پر مامور ڈاکٹر باسط کے آفس روم میں تھا۔

زخم کے معائنے اور پٹی کرنے کے بعد وہ اسے بتا رہا تھا زخم کی حالت جیسی ہے تو وہ بھرنے جیسی پوزیشن میں جا رہا ہے ہاں مگر۔

وہ خاموش ہوا، پھر گھوم کے سامنے آیا۔ وہ اسے کیا بتانا چاہتا تھا۔ شرٹ کے بن بند کرتے ہوئے اس نے الجھ کر باسط کا چہرہ دیکھا۔

”آئی تھک تمہیں کارڈ ایک وارڈ میں بھی معائنہ کی ضرورت ہے۔“

چند قدم آگے آ کر اپنی سیٹ سنبھالتے ہوئے وہ آخر حد تک بنجیدہ تھا۔ مگر اس کی آنکھوں کی مسکراہٹ میں کچھ ایسی بات تھی جسے سمجھنے کے بعد وہ سر جھٹک کے رہ گیا۔

☆☆☆

آج کے دن میں سب کچھ اچھا ہو رہا تھا پھر بھی وہ ایک عجیب نمائے جینی کا شکار تھی، آج ڈاکٹر کے راولڈ پر آتے ہی انہیں چھٹی کی نوید سنا دی تھی تو اس کے جوتے جوڑ میں اترتی رات بھر کی تھکاوٹ جیسے لکھوں میں رفلو چکر ہوئی۔

اوپر سے ہاسپٹل کے بل میں غیر معمولی رعایت نے اسے پرسکون کر دیا تھا اسے اپنے باپ کی کمائی کے پیسے سے محبت تھی، یہ پریشانی بھی نہیں تھی کہ چھوٹی کی عیادت کے لیے آنے والوں کی خاطر تواضع ان کا بجٹ خراب کر دے گی ایسے موقعوں پر اس کی بچت کام آتی تھی۔

وہ کل دوپہر کی گھر سے نکلی ہوئی تھی مگر گھر کا دروازہ عبور کرنے تک مطمئن بھی صبح اور شام کے

”جڑھی۔“

”تو یہ ہے کہ تم اپنی عنایات کی وجہ سے بھی پھنس جاتی ہو۔“

اُم کا اشارہ اس کی خالہ کی طرف تھا جو ایک غلط فہمی کی بنا پر اسے بھونکنے کی کوشش میں تھیں، آج وہ فروٹ کے ساتھ مضافی کا ٹوکرا بھی اٹھلائی تھیں۔ اب اُم کے خیال میں وہ خالہ کی نوازشوں پر غصے کا رخ موڑ رہی تھی۔ اپنے کوٹ شوڑا اٹھا کر وہ اس کے پاس رہی۔

”اس میں جراثیم نہیں ہیں؟“ وحشی بیٹی اس جھکے سے سیدھی ہوئی۔

اف اکثر وہ اپنی عنایت کی وجہ سے بھی پھنس جاتی تھی ایک پرانے درخت کے پھول، لمبائی میں کھلتے یا چوڑائی میں، اسے ان کی گولائی سے کیا غرض تھی، براہوشام کے اس احتیاطیہ وقت کا جو اسے گھر میں لے گیا تھا۔ ”اوه۔۔۔ ہاں جراثیم۔“

”ہائے اُم کا پورے تین سو کا نقصان۔“ وہ دراصل اس نے ٹھوک نکلا۔

”تم سے تو میں کل پوچھوں گی۔“ اسے مہمانوں کا لحاظ تھا مگر الوقت وہ مل گئی مگر الوقت اس نے بھی سکون کا سانس لیا وہ خود الجھنے کے رہ گئی تھی۔

وہ کسی کیا بتائی کہ ایک نیم تاریک راستے پر وہ کس قدر حیران ہوئی تھی۔

”مجھے تجربہ تو نہیں مگر اندازہ کر سکتی ہوں اس قسم کے حساس جوتے کا سامی اگر راستے میں پھنسنے چائے تو کھلا جوتا بہت تنگ کرتا ہوگا۔ ہاٹ اینڈ بیٹ کہنے کی سائینڈ پر لکھی گئی کے پہلے چوک پر جو گاڑی اس کے قریب رکھی تھی۔ اس سے اتر کر اس کے علاقے میں آنے والے اس شخص کی بات نے اسے شرمندہ کیا تھا یا حیران و پریشان اس تفریق میں پڑے بیاد وہ ایک تابعدار بچے کی طرح اس کی گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

دونوں ہی جانتے تھے وہ ہسپتال جا رہے ہیں راستے میں سنان نے اس کے بھائی کی خیریت دریافت کی، بالکل ویسے ہی جیسے شام میں اس نے

ڈیش بورڈ پر پڑی فائل کو دیکھ کر اس کے قادر کے متعلق پوچھا تھا۔

وہ ہسپتال کے قریب تھے جب وہ اس سے دوبارہ مخاطب ہوا۔ اس کے سوال پر یا پھر بے ساختگی میں دیے گئے اپنے جواب کے بعد اس نے جھٹکا کھا کر اسے دیکھا تھا۔

”وہ غصیلہ یا بد لحاظ ہی نہیں بلکہ انتہائی پر تکلف ایٹی ٹیوڈ کا حامل آفیسر ہے۔“

ماحت کا کام کرنے سے قبل اس کے چند خدشات کے جواب میں ریانے ان دو جھلوں کے تعارف کے بعد مزید کچھ کہنا نہ ارحشی نے جانتا ضروری سمجھا۔ اسے حیرت سے سچی اس نے اس تفریق کو اب جانا وہ اس بات پر شرمندہ نہیں بلکہ حیران و پریشان رہ گئی تھی۔

☆☆☆

سب کچھ سیٹ ہونے کے باوجود اسے سیٹ کر رہا تھا۔ وہ سنان کی لفٹ کی آفر قبول کرنا تھا لیکن اس کے بعد بھی وہ فریش نہیں ہو سکی۔ رات کو جب صرف وہ گھر کے افراد ایک مشترکہ توجہ کے ساتھ چھوٹو کے پاس جمع تھے۔ اماں ہنس رہی تھی اس کا ابا ارادنا مسکرا رہا تھا مانی اور واثق چھوٹو کو عیادت کی صورت ملنے والی رقم کو چمکتے چروں کے ساتھ گن رہے تھے اس کے اندر اک ہوک ہی اٹھی۔

آہ۔۔۔۔۔ یہ بے حس وقت جانے کیسے فیملی کے کسی ایک فرد کی کمی کے باوجود ماحول کو مکمل سا کر دیتا ہے۔ بقول ڈاکٹر کے زخم بگڑ رہا تھا پاؤں کی بروقت سرجری نے بچے کو معذور سے بچا لیا تھا۔

دھیان ایک تروتازہ مگر خاموش گھر کی طرف بھٹکا جہاں وہ ایک لمبی سٹری پر جڑھی نوخیز ٹوپوں کو ڈھانپ رہی تھی۔ وہ اس گھر میں اپنی مرضی سے گئی تھی تو اس نے اُم کے جوتے کو ہر الزام سے بری کر دیا۔ اس نے ایک بوجھل سوال و جواب کو رد کر کے اپنے روزمرہ کے اوقات میں سے کچھ اچھایا کرنا چاہا ایک تو ہسپتال کی بے آرمی، دوسرا دن بھر کی تھکاوٹ تو جسم

”بس اب کی بار خیال رکھنا میری نئی بھابی کو
مہمان نواز ہونا چاہیے۔“
اسے باسط کی بیوی سے چڑھتی سو وہ مصنوعی
طور پر سنجیدہ نہیں تھا۔

”تمہارے اس مشورے پر خوش ہوا جاسکتا تھا
مگر وہ دونوں بڑوں کو ساتھ لے کر تیسری نشانی گھر
چھوڑ گئی ہے جو جمہا، ماما کا راگ الاپ کر مجھے اس کو
بھول جانے کا موقع نہیں دے رہا پارا“ جب وہ بچن
سے کافی کے کپ کے ساتھ صوفے پر بڑے میل میں
آیا تو باسط اسے جھکڑے کی وجہ بتانے کے بعد اب
اس سے درخواست کر رہا تھا۔

”دیکھو تمہیں اپنی بھابی سے بات کرنا ہوگی کہ
میں نے اس لڑکی کو صرف تمہاری وجہ سے فوری باقی
اس نرس کا پتا میں لگا لوں گا جس نے میرے خلاف
خبری کی ہے۔“
”ہاں ہاں کیوں نہیں تم اس خبر نرس کو ڈھونڈ کر
اسے سزا بھی سنا لیکن میں تمہاری بیوی کو ایسی کچھ
وضاحت نہیں دینے والا البتہ تمہیں مشورہ دوں گا
۔“ وہ رکا۔

اس نے میز پر بڑی اس لڑکی کی قائل اٹھائی
جسے اس کی وجہ سے فوری تھی۔ وہ اس سے متعلقہ
انویسٹی گیشن قائل کو ہر روز از سر نو چیک کرنا یاد رکھتا
تھا۔

”اب پھوٹ بھی چکو۔ میں تمہارے تایاب
مشورے کا منتظر ہوں۔“ باسط تپ کے بولا۔

”دیکھو اس نالائق بیوی اور دو ڈھیٹ بچوں
سے تمہاری جان چھوٹ ہی گئی ہے تو اپنے آخری
معصوم بچے کے ساتھ ایک نئی زندگی کی ابتدا کرو۔“
اسے مشورہ دینے کے بعد کافی کا ذائقہ اور میل

کی تمازت انجوائے کرتے ہوئے اس نے اپنے
آگے وہ قائل اوپن کی جبکہ اس کے کان اس کی یک
جھک کے خطر تھے جب دوسری طرف حیرت انگیز
طور پر وہ بک جھک کے بجائے ایک سرد ترین آہ بھر
کے گویا ہوا۔

کو آرام ملتے ہی اسے نیند گھیرنے لگی نیند کے غلبے کے
دوران اس نے جو سوچا، وہ ایک مجبورے رنگ کا کارڈ
تھا جو اس کے بیک میں موجود ایک پتلی سی کتاب میں
تھا۔ نیند میں اترنے سے پہلے اسے جنرل وارڈ کا وہ
سنگ ایڑیا بھی یاد آیا جہاں بیچ پر پتلی کتاب کی ورق
گردانی کرتے ہوئے وہ بیٹھے بیٹھے ہی گہری نیند میں
چلی گئی تھی۔ اسپین کہیں بہت دور تھا اس کے کیپٹل
انڈس کے قحہ خانوں کی جگہ ایک فینسی کیفے نے لے
لی تھی وہاں کسی کا لباس کا رنگ اسے یاد تھا جب
وہ۔۔۔۔۔

☆☆☆

اندر آنے پر بھی قلیل کی ہر شے میلی ٹھنڈی
تھی۔ سوائے ایک فوج، گاڑی کی چابی اور والٹ
کے ان چیزوں کو ان کے مالک نے خود سے ابھی جدا
کیا تھا اس نے صرف ہماری جیکٹ کو اتارا، وہ پیچ
کرنے سے پہلے بچن میں آیا، اس کا خون پھر سے
بہنے لگا۔

”جب تمہیں بتایا تھا کہ آج میں نے آبائی
گاؤں جانا ہے تو ساتھ ہی بتا دیا تھا وہاں نیٹ ورک کا
پرائلم ہے تو پھر بات کیسے ہو سکتی تھی۔“

وہ بات کو جیسے دہراتے ہوئے جھنجھلا کر بولا۔
ابھی باسط کی کال سے پہلے جب وہ اس بلڈنگ کی
لفٹ میں تھا تو رہا کو بھی یہی بتا رہا تھا جو اس سے
اپنے باپ کی کال کو اگتور کرنے پر شکوہ سناتا تھا۔

وہ شان کوڈنر پر انوائٹ کرنا چاہتا تھا۔
”تم اسے گاؤں میں دعوتیں اڑا کر آرہے ہو
اور میں چوبیس گھنٹوں کی ڈیوٹی کے بعد گھر آیا تو بیوی
سامان باندھ کے بیٹھی تھی اس سب کے ذمہ دار بھی تم
ہو کیونکہ۔“

”آہاں۔۔۔۔۔ رکو۔۔۔۔۔ خوشی کی خبر ایسے
منہ بنا کر نہیں سناتے یار۔“
وہ اس کی بات کاٹ کر اس کے لہجے سے جھلکتی
لاچارگی اور غصے کو محسوس کرنے کے باوجود ہنس کے
بولا وہ کافی میکر کے پاس کھڑا تھا۔

”اس لڑکی کے حق میں تمہاری فوری کار میں کوئی نہ کوئی ثبوت ڈھونڈ نکالوں گا، یہ بندہ پاگل ہو چکا ہے۔“ وہ نیند میں بڑبڑایا۔

”میں اپنی منصوبہ سازی میں ثبوت نہیں چھوڑتا۔“

وہ نیند میں بھول گیا اس کے گھر کے پھول دار درخت کی فونہال کو پھولوں کو جب وہ لڑکی ڈھانپ رہی تھی، وہ وقت اس کی منصوبہ سازی کا حصہ نہیں تھا وہ بھول گیا کہ کل رات جب وہ ہاسٹل کے جنرل وارڈ میں کھڑا تھا، وہ وقت بھی کسی منصوبہ سازی کا حصہ نہیں تھا۔

☆☆☆

اس کی آنکھ بلاوجہ نہیں عادتاً کھلی اور مطلب کی جگہ پر تھی۔

”اگر آج کے بعد اس کی کھینچا تانی میں لحاف گر کر ترم دونوں میں سے جس نے مجھے آواز دی اس کو کمرے سے باہر نکال دوں گی۔“ ایک ہی بستر میں سونے والے مافی اور واثق اس کی دھمکی کو کہاں یاد رکھتے تھے لیکن رات کو ایک دوبار انہیں چیک کرنا اس کی عادت بن چکی تھی۔

بہمی کھمار کی طرح آج بھی وہ دونوں لحاف کے اندر تھے۔ وہ مطمئن سی ہو کر سیدھی ہوئی عموماً ان کو چیک کرنے یا انہیں ڈھانچنے کے عمل میں نیند اس کے حواس پر قابض رہتی تھی لیکن گرم بستر کی پہلی دھمکی ہی اسے سلا دیتی ورنہ دوسری صورت میں وہ ان باتوں کو سوچتی جو سونے سے قبل ذہن پر سرور ہوتی اسے یاد تھا آج سونے سے قبل اس نے کچھ اچھا سوچنا چاہا تھا جب وہ وارڈ کے سٹینک ایریا میں تھی جہاں بچ پرکٹاب پڑھتے ہوئے وہ سوئی تھی۔

”اوہ خدا یا.....“ وہ کروٹ لیتے لیتے سیدھی ہو بیٹھی اگر وہ واہمہ نہیں تھا تو وہ حقیقت ناقابل یقین تھی جب وہ نیند میں بے سدھ تھی اس کے، ہاتھ سے کتاب گری تو اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں، وہ سامنے سے آ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھلی رکھنا چاہیں

خوش نصیبی نے ایک بار پہلے بھی میرے دروازے پر دستک دی تھی تو میں نے بچوں سے کہا تھا ہم ان برے دنوں کو بھول جائیں جب ہم پانچ تھے۔ ماشاء اللہ سے ہم چار رہ گئے ہیں مگر آزاد تو ہیں، ابھی میں اسے جیلے کی خوب مصوری کوچ طور پر محسوس بھی نہیں کر پایا کہ میرے دشمن بچے چلا اٹھے ہم پانچ ہیں بابا، ہم چھ تو ہو سکتے ہیں مگر چار نہیں۔“

”باسط کیا کہہ گیا تھا کہ گرم کافی کا گھونٹ اس کے حق میں انکا اس بات پر اسے کچھ یاد آیا کل رات جب وہ ہاسٹل جا رہے تھے تو سنان نے اس کے پیار بھائی کا حال چال پوچھنے کے بعد اچانک اس سے ان بہن بھائیوں کی تعداد پوچھی تھی، ہم پانچ تھے۔“ اسے امرحسی کا جواب یاد تھا اس جواب کے بعد اسے اس لڑکی کا حیرت میں مبتلا ہونا بھی یاد تھا۔ تھے اور ہیں، ماضی اور حال، اس انویسٹی گیشن قائل میں امر سے متعلق جو کچھ مسک تھا گویا وہ اس کا ماضی تھا اور وہ اس کے حال کو کھنگال رہا تھا۔

کھل کو ایک طرف کرتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑے کپ کو تیزی سے میز پر رکھا۔ اس کا ڈاکٹر اس کے کان میں اب دھمکیاں انڈیل رہا تھا فون دوسری کال پر بڑی ہونے کی صورت میں بھی اسکرین پر رہا کا نمبر جل بچھ رہا تھا۔ اس کے قلیٹ کی باقی ہر چیز کی طرح اس کی کافی ٹھنڈی ہو رہی تھی۔

اس کے چہرے پر کسی پریشانی کی رتھ نہ تھی وہ اپنے پلان میں کامیابی کے قریب ترین تھا۔ کسی کے اندر کا مجید جاننے کے لیے آپ کا انتہائی بااختیار ہونا بھی آپ کے کام نہیں آتا تو پھر کارروائی کا طریقہ بدلنا پڑتا ہے۔

چند ایک اہم فون کالز کے بعد اس نے رپا کے والٹس ایپ کا انٹ میں پیغام چھوڑا۔

”کل سعود ہاؤس میں ڈنر ملاقات ہوگی۔“

ہر اہم امور نپٹانے کے بعد رات گئے جب وہ نیند میں تھا تو ذہن نے دیگر باتوں کے ساتھ باسط کی دھمکی کو بھی دہرایا۔

تب وہ جھک کر زمین سے کتاب اٹھا رہا تھا۔ وہ آنکھیں کھلی رکھنے کی کوشش میں بری طرح ناکام ہوئی۔ تب وہ کارڈ کتاب میں رکھ رہا تھا۔ ”تو کیا یہ ممکن تھا کہ چند گھنٹوں کا وہ منظر کسی اور کو نشان ثابت کر رہا ہو۔“

جب وہ بیدار ہوئی تو کتاب اس کی گود میں موجود بیک پر پڑی تھی، رات کے اس پہر حسی کے گھر میں کہانی گھڑنے جیسا وقت خطر تھا کہ وہ لڑکی بستر چھوڑتے ہوئے ننگے پاؤں بیک کی طرف لپکی۔ ہر بار ایسا نہیں ہوتا کہ ایک عام سی لڑکی ہی خوابوں اور کہانیوں کی باتوں میں آئے وہ بیک کی طرف بھی گھر پہلے اس نے شال اوڑھی، پھر جوتا پہنا، میز پر ڈھکے پانی کے گلاس سے دو گھونٹ بھر کر وہ بیک کو بستر پر لے آئی پھر اس کی درمیانی زپ کھول کر اپنی کھانے والی چیز نکالی۔

کتاب کھولنے کی باری کہیں آخر میں آئی تو اس نے بھورے رنگ کا کارڈ نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا۔ (وہ بس تمہیں دیکھ رہا ہے اور بے خبر ہے کہ وقت نے اس کی آنکھ میں تمہاری شبیہ بودی ہے) اس نے دوسری بار بھی اس جیسے کو ایک عام سی تحریر کی طرح پڑھا۔ دوسری بار پڑھنے پر بھی اس نے تحریر کے صرف پہلے فقرے سے اتفاق کیا، وہ اس بات پر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی کہ نیم خوابیدگی میں بھی اندس کے قحبہ خانوں کی جگہ ایک فنیسی کینے نے لی تھی۔ ہر بار ایسا نہیں ہوتا اوسط درجے کے محلے میں رہنے والی لڑکی ہی کسی خواہش کی قیدی رہ جائے۔

☆☆☆

دوپہر کو دو بجے کے قریب جب وہ مس می بوتیک میں آیا تو وہ اسے نظر نہیں آئی۔ وہ اسے چار اطراف نگاہ دوڑانے پر بھی نظر نہیں آئی البتہ وہ جن اسٹاف گارڈز کو نظر آ رہا تھا۔ ان کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی وہ ہلکے قدموں کے ساتھ مختلف ریکس کا جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھا تو وہ اسے نظر آگئی وہ پریز ایریا میں جائے نماز پر تھی۔ اس کا بیک جائے

نماز کے ساتھ نیچے زمین پر پڑا تھا۔ اس بیک کو چپک کر کرنے کی حسرت میں اس نے ایک گہری سانس کھینچی۔ وہاں سنمرا جا رہے تھے۔

وہ اپنی سیٹ پر واپس آیا کچھ دیر بعد وہ اسے مخصوص ریک کے پاس کچھ صحت مند خواتین سے مسکراہٹ کر کے بات کرتی نظر آئی۔ اس کی مسکراہٹ میں ادھورا پن جھلکتا تھا چونکہ وہ اس کی انوسٹیگیشن فائل میں اس کے ماضی میں پیش آنے والا حادثہ نوٹ کر کے آیا تھا آج وہ اسے الگ انداز میں دیکھ رہا تھا مگر وہ پہلے جیسی ہی تھی اس کا مظهر، اس کا بیک، اس کی مسکراہٹ اس کی شخصیت سمیت ہر چیز ایک عجیب سا تاثر دیتی ہوئی۔ شاید..... سائنس..... شاید روڈ، ایک بورنگ چہرہ، ماضی کا ایک حادثہ اس کے حال پر جس بری طرح اثر انداز ہو رہا تھا۔

کیا یوں ہوتا جا ہے تھا بطور ایک انسان کے وہ اس زاویے سے بے بسی دیکھ رہا تھا وہ پیلا زکے مالک کی حقیقت جاننے کے باوجود اس آدمی سے بنا کسی خوف کے میل جوڑ بڑھا رہی تھی۔ یہاں، وہاں، شناسا اور انجان راستوں پر، وین اسٹینڈ پر وہ ہر ایک کے لیے پہلے جیسی ہی تھی۔ ٹھس سردی، لیکن وہ اس کے لیے پہلے جیسی نہیں تھی وہ اس امر کو بھی جانتا تھا جسے ایک دوسرے گھر کے نوخیز غنچوں تک کی پرواہ بھی چپ وہ بھولدار درخت کے ساتھ جڑی لمبی میڑھی پر بھی تو اس نے دیکھا تھا۔

روشنی ہر قیمتی جگہ، ہر خاص انسان اور ہر اچھے منظر کو چھوڑ کر صرف اس کے چہرے پر ٹھہر گئی تھی وہ سخت مزاج لڑکی اندھیری گلیوں اور سرد راستوں پر بھٹکتی تھی مگر سنان نے اس کے ہاتھوں میں ایک رومنگ ناول بھی دیکھا تھا اس لمحے مس می بوتیک میں بیٹھا وہ بس اسے دیکھ رہا تھا پھر یہ ہوا۔

لڑکی اسے دیکھتے دیکھتے آج دوسری بار وہ اس لڑکی کو درپیش ممکنہ خطرات کی بنا پر تشویش میں مبتلا ہوا۔ قدرے فربہ خواتین کو ریک میں ہینگ ڈرامہ

سمجھ میں آچکا تھا، مزید بھی کچھ تھا جو سمجھنے کی ضرورت تھی لہذا کھانے کی اس دعوت کو قبول کرنے کی وجہ شاید یہ کیس ہی تھا۔

کچھ دیر بعد جب مرد حضرات نے گفتگو کا رخ سیاست کی طرف موڑا تو سنگ روم میں افراد کی تعداد گھٹنے لگی رہا اس بحث و مباحثہ کا حصہ بھی نہ بھی ہوئی تو اس کی موجودگی تک وہ وہاں سے مل بھی نہیں سکتی تھی۔ یہ خوش گوار ماحول اس وقت سنجیدگی کا شکار ہوا جب سان نے بلاز کے مالک اور اس طرح کے مافیاض سسٹم پر بات شروع کی۔ اس نے مسودہ کو بری طرح چومکے دیکھا، چونکے کے بعد اس نے اپنی بیٹی کو جس طرح سے دیکھا تو وہ اپنی آرام دہ نشست پر غیر آرام دہ سی ہوئی۔

اس کے بعد جس موضوع پر بھی بات چیت ہوئی وہ رہا اور اس کے درمیان ہوئی، نسل در نسل کا وہ پولیٹیشن سودا خان جیسے سانس تک روک کے بیٹھا رہا ذہن آنکھوں کا مالک ان کا مہمان جس بھی کو سمجھانے کی غرض سے یہاں آیا تھا وہ اسے سمجھا چکا تھا گویا وہ اپنے اندازوں میں غلط نہیں تھا۔

☆☆☆

”میرے علم میں لائے بغیر تم اس کیس میں سان کو انوالوڈ کر دینی میں تم سے اس حماقت کی توقع بھی نہیں کر سکتا تھا۔“

سان کو سی آف کرنے کے بعد جب وہ ایک ساتھ اندر آئے تو اس کی جانب پلٹ کر وہ دبی آواز میں گرجا،

”اوپر سے بہت دباؤ تھا مجھے چھٹی چاہی تھی اس لیے میں مجھے سان کی ہیلپ کے سوا کچھ نہیں سوچا آپ کو بتانے کی ضرورت یوں محسوس نہیں کہ کہ آپ بھی اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور پھر۔“

اس کی نگاہ باپ کے سرخ چہرے پر پڑی۔ جملہ احوال گویا اسے باپ کے غصے سے پر حیرت ہو رہی تھی۔

”جو ہو چکا سو ہو چکا کل اس کیس کی فائل

کے لیے مطمئن کرتی وہ اس شخص کی نگاہوں کے ارتکاز سے آج بھی تنبیذ نہیں تھی وہ اسے کس نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ اس کے پیچھے نیم تاریک گلی میں آیا تھا وہ اس کے لیے جنرل وارڈ میں بھی آیا تھا وہ اس کے کسی بھی غیر معمولی رویے کو سوچ کر خود کو ابھاتا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی۔

☆☆☆

وہ پہلے بھی یہاں آتا جاتا رہتا تھا لیکن آج یہاں آکے اسے محسوس ہوا کہ آج کا ڈنر میزبانوں کی کسی خواہش کا منہ بولتا ثبوت تھا گویا وہ اپنے اندازوں میں غلط نہیں تھا ان تمام فیملی ممبرز سے ملنے کے بعد اس نے وہاں چند چہروں پر اسی خواہش کو چسپاں پایا جو رپا کے حوالے سے وہ اپنے ماں باپ کے چہروں پر دیکھتا تھا۔

اس حوالے کی بات چیت کے دوران وہ والدین کی اس خواہش کے جواب میں کبھی گول مول قسم کی بات کرتا تو کبھی خاموشی اختیار کر لیتا۔ کیا وہ صرف اسے پسند کرتا تھا؟ کیا وہ اس کی خواہش میں بھی جھلا تھا؟

اسے اپنے ماں باپ کی مرضی کی بھی پرواہ تھی اسے رپا کی کافی عادات سے اختلاف بھی تھا تو اس سوال کو خود حل کرنے کے بجائے اس نے وقت پر چھوڑ رکھا تھا۔

آج مسودہ ہاؤس میں پرنکلف ڈنر کے بعد جب سنگ روم میں چائے کا دور چلا تو وہاں بھی رپا کی تمام فیملی نے اسے خاص مہمان کو کمپنی دینا ضروری خیال کیا حالانکہ وہ مہرورج سے ہی اس خاندان سے کچھ خاص بے تکلف نہیں تھا تو سب جانتے تھے کہ وہ مزاجاً ایسا ہے آج وہ پہلے کی نسبت خوش گوار موڈ میں تھا اس کی موجودگی ماحول کو دوستانہ رنگ دے رہی تھی تو کیا یہ تبدیلی اس کی دانستہ کوشش کا نتیجہ تھا۔

وہ ایک عام کیس نہیں تھا جس کی فائل رپا نے جلد بازی میں اس کے سپرد کی تھی اس کیس میں امرحشی ایک خاص کردار تھی تو کیوں بھی یہ سب اس کی

پیچھے نہیں ہٹے گی۔“

اگر یہی بات وہ باپ سے کرتی تو اس کا جواب جانتی تھی وہ پیچھے ہٹ جانی ہے یا پھر اسے راستے نکل جاتے ہیں یہ اس کی قسمت، ہاں یہ اس کی قسمت اس نے کندھے اچکا کر ان الفاظ کو زیر اب دہرایا تھا۔

☆☆☆

”خالہ! اور اماں غلط سمجھ رہی ہیں ابا! مجھے تو خالہ نے یہ کہہ کر نذیر بھائی سے بات کرنے پر مجبور کیا تھا کہ وہ غلط کاموں میں پڑ گیا ہے خرچہ تنک نہیں بھیج رہا۔ تم پڑھی لکھی ہو اسے اپنے طریقے سے سمجھاؤ میرا قصور صرف یہ ہے کہ میں نے تب تک اس سے رابطہ رکھا جب تک وہ میری بات مان نہیں گیا یقین کریں میری نذیر بھائی میں کوئی ذاتی دچکی نہیں پھر شادی جیسی شرط پر اپنی بات منوانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

حسنی اپنے بستر پر لیٹا بظاہر پرسکون دکھائی دیتا تھا مگر اس کا ذہن کچھ دیر پہلے کی ان باتوں کو دہرا رہا تھا وہ اب بھی اس کے پاؤں کے تلوؤں پر نیم گرم تیل سے مالش کر رہی تھی۔

”میں تمہیں حقیقت بتا رہی ہوں حسنی! یہاں دور و نزدیک سے تمہاری بیٹی کے لیے کوئی رشتہ نہیں آنے والا۔ یہ میری بہن جس نے میری وجہ سے تمہاری بیٹی کی آوارہ گردیوں کو اپنے سگے بیٹے سے چھپا رکھا ہے ورنہ وہ بھی اس رشتے پر رضامندی نہ دیتا اور فرض کرو اگر پردیس میں بیٹا نذیر غلط کاموں میں پڑ بھی گیا تو یہ بات اس کی ماں جانتی ہے یا ہم لوگ۔ مگر تمہاری یہ بیٹی جن چکروں میں پڑی ہوئی ہے۔ سارا حملہ یہی نہیں ساری برادری بھی جانتی ہے سو طرح کی باتیں کرتے ہیں لوگ، ابھی کل ہی اسی گلی کا نان بابائی والا لڑکا مجھے بتا رہا تھا کہ ایک گاڑی والا اس سے امرحسنی کے گھر کا پتہ پوچھ رہا تھا۔

باپ کے تلوؤں پر پرسکون تھوں سے مالش کرتی امر کو ماں کی آخری بات نے بھی بے چین کیا تا پریشان، اب کمرے میں وہ دونوں باپ بیٹی تھے اور

تمہارے ٹیبل پر اور تمہیں آفس میں ہونا چاہیے۔“

سودکی برہم آواز کمرے میں گونجی۔

”میں ایسے کیسز قطعاً نہیں چھوڑتی بالآخر اسے میں ہی ہینڈل کروں گی بس شادی میں کچھ دن ہی تو رہ گئے ہیں تب تک۔“

جملہ ملل کرنے کے لیے الفاظ گم سے گئے وہ سچ سچ پریشان ہو چکی تھی۔

”تم شادی کی وجہ سے پہلے ہی بہت بڑی بے وقوفی کر چکی ہو رہا۔“ وہ کچھ دھیمہ پڑا۔ ”ذرا سوچو..... اگرستان جیسا بندہ اس کیس کی چھان بین میں پڑ گیا تو وہ تمہارے کیئریر کی ہسٹری تک بھی جاسکتا ہے۔ اب جبکہ تم کامیابی کے قریب ہو تو اس کو درمیان سے نکال دو۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہہ رہا تھا وہ بھی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی مگر کہہ نہیں سکتی۔

ہم دونوں اسے سالوں سے جانتے ہیں آپ اس کی اوائل عمری اور اس کی عادات کے برعکس اب صرف اس کا عہدہ یاد رکھتے ہیں جبکہ مجھے اس کی عمر کا ہر دور ازیر ہے تو جانتی ہوں آپ کے خدشات ناحق ہیں وہ شخص صرف اپنے مطلب کی بات اور اپنے مطلب کے کام پر فوکس رکھتا ہے۔

وہ خاموش رہی یہاں تک کہ اس کا باپ سنگ روم چھوڑنے کے ارادے سے آگے بڑھا وہ جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے بولی تو صرف اتنا کہا۔

”اور وہ لڑکی.....“ حالانکہ وہ کہتا چاہتی تھی امرحسنی کا کیا کروں جو سر دھڑکی اس بازی کو اپنے تئیں جیت کے بیٹھی ہے۔ سودا افغان آگے بڑھتے بڑھتے انہیں قدموں پر رکھا۔

”ہمارا اصل مسئلہ ستان ہے۔ وہ لڑکی نہیں اسے ہر اس کرو اور اتنا کرو کہ وہ پیچھے ہٹ جائے۔“ اتنا کہنے کے بعد وہ رکنا نہیں تھا۔

”پیچھے“ رہا نے ایک گہری طویل سانس بھرتے ہوئے بڑبڑائی۔

”وہ بہت ڈھیٹ قسم کی لڑکی ہے آسانی سے

تیسری خاموشی، ایک مایوس قسم کی خاموشی جو اس کی ماں کی باتوں کو دہرا رہی تھی ایسا اکثر ہوتا تھا جب اس کی ماں بیٹی کے طور طریقوں اور وقت بے وقت آنے جانے پر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتی پھر اس آواز کا شور ڈوبے ہی جب وہ اکیلے رہ جاتے کہیں خاموشی میں ایک مضبوط آواز ابھرتی۔

”ابا کیا ہیں؟“

”تم غلط نہیں ہو امروہ جملہ مکمل ہونے سے قبل بول اٹھا۔“ میں تجھیں روکوں گا بھی نہیں۔

خاموشی میں ایک جواب ابھرتا وہ جواب اس لڑکی کے لیے مشکل راہ تھا اس کی بیٹی اپنے حصے کی جنگ لڑ رہی تھی اور وہ اسے جیتنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔

☆☆☆

وہ شخص کسی عام مافیاز سسٹم کا حصہ نہیں تھا جو بیلاز کے مالک کے بہروپ میں تھا وہ کہاں تک پہنچ رکھتا تھا اس حقیقت کو مسعود افغان بھی جانتا تھا جس طرح اس کے خلاف کارروائی کی بات چیت پر ہی وہ ساکت رہ گیا تھا وہ اب بیٹی کو اس کے مقابل آنے دیتا یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس کے آنے کے بعد جب مسعود افغان کا سکتہ ٹوٹا ہوگا اور اس نے مکمل کے سانس لی ہوگی تو اس نے بیٹی سے کیا کہا ہوگا باب کے آرڈر کے بعد اس کیس سے متعلقہ فائل میں ہی تجھیں عملاً بھی بہت سی تبدیلیاں لاسکتی تھی اور اپنے اندازوں کے درست ہونے کا وہ یقین رکھتا تھا اگلے دن وہی ہوا جو اس نے سوچا تھا۔ مس بی بوتیک میں اپنی سیٹ پر ٹانگ پر ٹانگ بجائے گرم کافی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ادھر ادھر مگھتی اس کی نگاہ ایک چہرے کو ڈھونڈ رہی تھی آج وہ اپنی خصوصیات جگہ پر نہیں تھی۔ ابھی اس کی کافی ختم بھی نہیں ہوئی تھی جب اس نے ربیکا کی کال ریسیڈ کی۔

”میں پولیس اسٹیشن سے اے ایس پی ربیکا بات کر رہی ہوں میری چھٹی کینسل ہو چکی ہے لہذا جو ڈیوٹی تمہارے ذمے تھی۔ آج سے اسے بھی کینسل ”جھوٹ“

یہ باتیں کرتے ہوئے اس کی آواز ہشاش بشاش تھی حالانکہ اسے پریشان ہونا چاہیے تھا اس کی بہن کی شادی سر پرکھڑی تھی۔

”تم نے شادی کی وجہ سے چھٹیاں لی تھیں اب بیچ میں چند دن رہ گئے ہیں جنہیں اس سلسلے میں اپنے پاپا سے فوراً بتانی چاہیے۔“ اس نے اس موضوع کو جان بوجھ کے چھڑا۔ اب اس کی ضرورت نہیں میری تمام تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ شادی کے من منکشی رات کے ہیں اب سب بیچ کیا جاسکتا ہے۔

وہ اس کی توجہ کے مطابق بات پر سکون انداز میں جاری رکھے ہوئے تھی۔ بات کو گھما چکر کرنا ایک فن ہے مگر جھوٹ بولنا کوئی فن نہیں وہ صرف جھوٹ ہوتا ہے وہ اسے پسند کرتا تھا آج کل وہ جس طرح اس پر عیاں ہو رہی تھی وہ اس کی طرف سے ایک تاسف کا شکار تھا اور یہ غلط تھا اور اسے ایس بی کی کرسی پر بیٹھ کر وہ جو کچھ کر رہی تھی یا اس سے کروایا جا رہا تھا یہاں ہر عہدہ دار اسی انداز پر غری کا حصہ بننے پر مجبور تھا ہر طاقت ور دوسرے طاقت ور کی ڈھال تھا تاسف کی بات تو یہ بھی منڈیاں میں اترنے والے بہادر لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا جنہیں راستے نکل بھی لیتے تو کیا فرق پڑتا تھا۔

☆☆☆

”تم سے ایک ضروری بات کرنا تھی کام پر ہوا فری ہو؟“ باسط نے کال کے پک ہوتے ہی پوچھا۔ ”نو کری سے فارغ کر دیا گیا ہوں مگر ابھی تک کام کی جگہ پر ہوں کیونکہ ابھی میرے ماتحت عملے کو اس خبر سے آگاہ نہیں کیا گیا۔“

”جب نو کری سے فارغ ہو چکے ہو تو وہاں کیا کر رہے ہو؟“

اس کا مختصر سوال معنی خیزیت سے بھر پور تھا جسے سمجھنے کے باوجود سنان نے ضبط کا مظاہرہ کیا۔ ”میں یہاں سامنے ایک عمارت کے مختصر شیڈ پر مل جل کے بیٹھے برندوں کو دیکھ رہا ہوں۔“ یہ بھی سچ تھا وہ اپنی سیٹ کو فکس نہیں رکھ پارہا تھا اس نے کرسی کا

”اس کا بھائی ساتھ نہیں تھا وہ اکیلی آئی تھی۔“ وہ ابھی بھی ششے کی دیوار کے اس طرف دیکھ رہا تھا عمارت کے شید پر بیٹھا ہر پرندہ اس کی پرواہ کر رہا تھا مگر وہ کسی کولف کروانے کے موڈ میں نہیں تھا جب اس نے ڈاکٹر باسط سے امرحی کی طبیعت کے متعلق پوچھا تو اس کے لہجے کے آرام و سکون میں شاید رتی برابر تحول تھا اس کی طبیعت ٹھیک تھی۔

”دراصل میری بیوی نے اس سے ٹکی فونک رابطہ کیا تھا، وہ اسی سلسلے میں مجھ سے بات کرنے آئی تھی۔“

اس نے اتنی بڑی بات کو اس انداز میں بیان کیا کہ اس کے لہجے کے آرام و سکون میں رتی برابر بھی تحول نہیں تھا جبکہ اس کو سننے والا ساکت و صامت تھا اس کی بیوی اس حد تک بھی جا سکتی ہے۔ باسط اچنی بات اور اس کی خاموشی کے پیش نظر اس کی سوچ پڑھ سکتا تھا۔

”میں مانتا میری بیوی نے اچھا نہیں کیا لیکن صرف اس کو قصور وار ٹھہرانا غلط ہوگا میں نے تم سے کہا تھا کہ پیسٹ کی کنڈیشن ایسی نہیں ہے کہ میں اسے دس بارہ ٹکٹوں سے زیادہ ایڈمٹ رکھ سکوں ڈاکٹر کی ایسی حرکت اشاف کو مشکوک کر سکتی ہے جب بچے کے ساتھ ایک اسارٹ اور اشاف کی سیرنگر بھی ہو اور دیکھ لو ایسی ہوا۔“

وہ بیوی کے حق میں صفائی پیش کرنے کے بعد حق دق بیٹھے سنان کو اب جلد اپارٹمنٹ پہنچنے کی تلقین کر رہا تھا جس کی نگاہ ابھی بھی وہی جی ٹی اس کے نیچے شید کے کنارے کی آخری حد کو چھو رہے تھے اسے اڑتا تھا یا پھر گرنا تھا اب وہ چڑیا کے اپنی ٹیڈ کو انجوائے نہیں کر رہا تھا اسے اس کی فکر ہو رہی تھی۔

☆☆☆

”اس نے کہا میں اس بات کو سمجھ سکتی ہوں کہ کسی بھی ڈاکٹر سرجن کی بیوی ہاسپٹل کے ریکارڈ روم سے کسی بھی پیسٹ کی ایڈمیشن فائل نکلا کر ان کا فون نمبر اور ایڈریس تک حاصل کر سکتی ہے، آپ کی مسز مجھ

رخ ششے کی دیوار کی جانب موڑ رکھا تھا۔ اب وہ باقی پرندوں سے نگاہ ہٹا کر شید کے بالکل کنارے پر بیٹھی اکیلی چڑیا کا اپنی ٹیڈ انجوائے کر رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک پرندہ چوچ میں دانہ دنگا بھر کر اس کے پاس آتا وہ پرسمیٹ کے رخ بدل لیتی۔ وہ اس بچ کو دبا گیا۔

جب اس کی کرسی سامنے رخ تھی تو اس کی نگاہ بھٹک بھٹک کر اس جگہ جا رہی تھی۔ جہاں آج امرحی کی جگہ پر ایک صحت مند لڑکی لاراج سائز ڈریسز چیک کرتی کسٹمرز کو مسکرا مسکرا کے گائیڈ کر رہی تھی (اف یہ لڑکیاں ایکس سائز اور داک کیوں نہیں کرتیں۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا اس خبر کے بعد کہ اب وہ اس کا پانٹرن نہیں رہا شاید وہ اس سے ملنے پر رضامند نہ ہوئی۔

”تم ایک ہائی فائی محکمے کے ذمہ دار آفسر ہو۔“ ایک دوسرے محکمے کی آفسر نے تم سے چند دن مدد طلب کی تھی وہ ذیل اب سیکسل ہو چکی ہے۔ اصولاً تمہیں اس پولیس آفسر کے معاملات سے دور رہنا چاہیے مگر تم ایسا نہیں کرو گے۔“ بات کے اختتام پر اس کا لہجہ پھر سے متحکم ہوا۔

”اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے۔ ابھی چھوڑو۔“ لیکن باسط نے اس بات کو نہیں چھوڑا تم جس کے انتظار میں وہاں بیٹھے ہو وہ چند گھنٹے قبل ہاسپٹل آئی تھی۔

وہ اس کی غضب کی قیاس آرائی پر یوں متوجہ ہوا کہ چند لمحوں کو گنگ سا رہ گیا لیکن جج اکثر کڑوا لگتا ہے اسے بھی ہسپتال کی خبریں یہاں وہاں نشر کرتے ڈاکٹر پر تپ چڑھی۔

وہ باسط کے حراج کو جانتا تھا جب کوئی اس کی بات سے چڑتا تو وہ اگلے بندے کو زچ کرنے کی آخر کر دیتا تھا۔

”اس کے بھائی کا ذمہ کیا ہے، اب؟“ اس نے جھنجھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے آرام سے بات کی۔

اس کے ابارمنٹ میں تھی ان دونوں کی نشستوں کے درمیانی ٹیبل پر ایک سفید لفافہ پڑا تھا جس میں اچھی خاصی رقم ہو سکتی تھی۔

”ہم ایک ساتھ کام کرتے تھے تو کیا ہم ایک دوسرے کو فور نہیں دے سکتے تھے۔“ وہ اس سے کہنا چاہتا تھا اس نے میز پر پڑے سفید لفافے سے نگاہ اٹھائی پھر اسے دیکھا بھی۔ وہ یہ بھی کہتا چاہتا تھا کہ ہاسٹلو میں اس طرح کی سفارشات چلتی رہتی ہیں اس لیے تم یہ لفافہ واپس اٹھا لو آج اس نے آسان قسم کا سبز رنگ پرہتا ہوا تھا اس کی شال سیاہ تھی آخر اسے کیا مشکل پیش تھی جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اس خاموش ماحول میں جو چیز سائنس نہیں تھی اس وقت وہ اس لڑکی کا اپنی ٹیڈ تھا کوئی بات تو سمجھی جو وہ کرنا چاہتا تھا مگر ذہن محلوں میں اسکے کر دیتا تھا اس نے گہرا سانس بھرا۔ فی الوقت تمہارے اس سوال کا جواب میرے ذہن میں نہیں آ رہا۔

”بالآخر وہ اس کے چہرے پہ چسپاں بیگائی کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے جواب دے ہوا۔ اس کا جواب حیران کن تھا وہ بھی حیران ہوئی۔ وہ بے حساب حیران ہوئی وہ کہہ رہا تھا۔“

”ڈاکٹر باسل کی بیوی کی ہر بات کے لیے میں تم سے معافی چاہتا ہوں تم یقیناً مجھ سے اسی سلسلے میں بات کرنے آئی ہوگی۔ لیکن میں تم سے جس بات کے لیے ملنا چاہتا تھا وہ اس موضوع سے تعلق نہیں رکھتی۔“ وہ گس اسے دیکھ رہا تھا وہ اس فنی کینے کو بھول چکی تھی۔ جس کی شامیں ایک ریم کے طور پر وہاں دو پلٹے والوں کو ایک دوسرے کا سامھی بنا دینے جیسی خوش فہمی میں جلا کرتی تھیں۔

”میں اب آپ کی بات سننے کی پابند نہیں ہماری ایک ساتھ جوڑیوں تھی، وہ ختم ہو چکی ہے۔“ کوئی لمحہ ہوتا کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتی جب وہ تنہائی کے ساتھ گویا ہوا۔

”میں ہر جگہ اپنے درک پائزر کے جینڈر، رنگ نسل کی تفریق کے بغیر صرف ایک انسان کے ساتھ

سے رابطہ کرنے کے بعد یا پہلے میرے گھر بھی پہنچ جاتی تو میں پچویشن کو پینڈل کر لیتی۔ سوال یہ ہے کہ بات اس بچ پر کئی کیوں۔“

”اس کے سوال کے بعد میں اس سے یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ میری بیوی کو کوئی غلط نہیں ہوئی ہے اب چونکہ شام کی سے بات کرنے والی وہ لڑکی پورے تین ہزار فیس دے کر مجھ سے صرف ایک سوال کا جواب چاہتی تھی تو مجھے اس کو صاف صاف بتانا پڑا۔

”میں نے تم لوگوں کو جو بھی فور دی، وہ بطور ڈاکٹر کے نہیں بلکہ شان صاحب کی ہدایات پر دیں۔“

اس نے کندھے اچکائے۔ اور بس.....“ وہ جو کچھ کہتا تھا اسے دیکھ رہا تھا وہ اس کی بے نیازی پر تھلا یا ضرور، مگر برہمی جٹائے بغیر استغہامیہ ہوا۔ پھر اس کے بعد!

”آہا.....! باسل کی آنکھیں نکلیں، پھر پھر پور طریقے سے اسے دیکھا۔“ یعنی تم یہ پوچھنا چاہ رہے ہو پھر اس نے کیا کہا۔ مطلب اٹھنے بڑے اور خطرناک افسر ہو کر عاشقوں جیسا سوال کر رہے ہو

بائے گاؤ!“ وہ ہنسا اور ہنسا ہی رہا پھر اس کا سرخ جلائی چہرہ دیکھ کر ہنسی پر قابو پایا اب وہ کہہ رہا تھا۔

”یاد میں اس بات کو خواہ مخواہ افسانہ نہیں بنا سکتا جبکہ یہ سوال امر حسی کا ہے اور مسرستان کے لیے ہے جو آج باکل اس سے پوچھا جائے گا کہ بات مجھ کو فور دینے کی کچھ پرائی کیوں؟“ اس کی مسکراہٹ میں کوئی افسانہ تو جھلک رہا تھا کہ وہ اسے شٹ اپ کہتے ساتھ ہی اس کے سامنے سے اٹھ گیا۔

☆☆☆

”بات مجھ کو فور دینے کی کچھ پرائی کیوں!“ کم و بیش ایسا ہی یا اس سے ملتا جلتا سوال تھا، سوال اٹھانے والی اسے دیکھ رہی تھی وہ بھول جانا چاہتی تھی کہ ایک شام وہ جس گھر کے ایک اونچے درخت کے پھولوں کی ٹکر میں بے اختیار ہوئی تھی وہ گس کا گھر تھا۔ سوال سننے والے کی نظر کہیں اور جھی مھی وہ اس وقت

ڈیوٹی کرتا ہوں ہر انسان کی شناخت اس کا آئی ڈی کارڈ ہے اور آئی ڈی کارڈ کے حساب سے میری ورک پارٹنر غیر حسین بھی۔ میں جس سے بات کرنا چاہتا ہوں وہ امرحسینی ہے۔“ وہ نگاہ ملا کے بولا اس کی سنجیدگی برقرار تھی۔

”وہ امرحسینی جو انعام اللہ کی بہن تھی۔“ وہ جو نگاہ موڑنے کی کوشش میں بھی اس کی پلٹیں ساکن ہوئیں وہ اس قدر سرگوشی نہ کر گیا ہوا تھا کہ وہ بے یقین بھی ہو سکتی تھی۔

اس کے لیوں نے جو نام چھوا تھا وہ اس تک کیسے پہنچا۔ وہ اس کی طرف اب پورے وجود سمیت متوجہ تھی۔ اس کی پشت صوفے کی بیک میں دھنسی گویا اسے سان کی بات سنتی تھی وہ بچے کی طرح مطمئن اور پرسکون نہیں تھی اس کی پلٹیں ہنوز ساکن تھیں مگر وہ بحسم سماعت تھی۔

☆☆☆

”کسی بیارے اور عزیز کا حادثہ دیکھنے اور سننے میں بہت فرق ہوتا ہے۔“ اس نے بات کا آغاز کیا اس کی آواز گہری اور سرد تھی۔ اس کے سامنے بیٹھی لڑکی کا چہرہ اٹھا ہوا تھا وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ اس وقت ایک اپارٹمنٹ میں بھی مگر اس نے خود کو اپنے محلے سے قریبی روڈ پر دیکھا روڈ کے اس جانب جہاں جمہ بازار لگا تھا وہاں ایک رکشہ رکتا ہے آج اسکول سے واپسی پر وہ دونوں اپنی پاکٹ منی سے اپنے چھوٹے بھائیوں کے لیے جمہ بازار سے کچھ ناشتہ ضرور لیتے تھے وہ قلعی کی ریڑھی کی طرف جا رہا تھا وہ اسے دیکھ رہی تھی وہ اس سے آگے تیرہ سال کا محنت مندر سرخ و سفید انعام اللہ۔

وہ راستے میں رک کر ایک ریڑھی کے پاس مٹی کے کھلونے دیکھنے لگی چند ایک کھلونوں کو ہاتھ میں اٹھا کر ان کی قیمتیں پوچھنے کے بعد وہ آگے بڑھی ادھر ادھر نگاہ دوڑانے کے بعد وہ اسے نظر آگیا۔ ایک لمبا ترنگا آدمی اس کے کان کے پاس جھک کر اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

یہ اسکول وکالج کی چھٹی کا ٹائم تھا سڑک پر ٹریفک کا اثر دھام تھا، آوازوں کا شور تھا۔ انجینی شخص انعام اللہ کو اپنے بازو کے حصار میں لیے سڑک کی طرف بڑھا، انعام اللہ کا ایک ہاتھ سڑک کے پار کسی عمارت کی طرف کچھا اشارہ کر رہا تھا۔

اس کے دوسرے ہاتھ میں قلعی تھی۔ وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے غائب ہوا تھا اور آنکھوں دیکھے حادثے کو بھلانا بہت مشکل ہوتا ہے سیان کی گہری اور پوچھل پڑنی آواز کیا اس قدر مدھم تھی جو اس لڑکی کا خیال توڑنے میں ناکام رہی۔

وہ ابھی بھی اسی سڑک پر تھی جس کے ایک طرف جمہ بازار لگا تھا۔ شوخ و شنگ سا انعام اللہ اس آدمی کے حصار میں اسے کچھ دکھانے کی کوشش میں آگے بڑھ رہا تھا وہ اس پر نگاہ رکھتے ہوئے اس کے پیچھے ہوتی۔

دونوں میں ابھی خاصا فاصلہ تھا مگر اگلے لمحے اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ جب وہ آدمی اس کے بھائی کو کھینچے ہوئے ایک قریب ترین کھڑے رکشے میں گھسا اس کی آنکھوں میں وحشت اتری انعام اللہ وہ وجود کی پوری توانائی کے ساتھ چپٹی مگر اس کے آواز شور میں دب کے رہ گئی۔

وہ پوری قوت سے اس رکشے کی جانب بھاگی جس میں وہ دونوں بہن بھائی اپنے اپنے تعلیمی اداروں میں آتے جاتے تھے۔

”چاچا اس بیلے رکشے کے پیچھے چلو اس نے میرے بھائی کو اغوا کر لیا ہے۔“ اس رکشے میں اور لڑکیاں بھی تھیں۔ انہیں تم لوگوں کے یونیفارم کی وجہ سے مجھ پر شک ہو سکتا ہے۔“ ان سب کو وہیں اتار کر انہیں گھر پہنچنے کی تلقین کرتا وہ رکشے کو آندھی و طوفان کی طرح بھگلے گیا۔

☆☆☆

”وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے غائب ہوا تھا اور آنکھوں دیکھے حادثے کو بھلانا بہت مشکل ہوتا ہے۔“ یہ بات کرنے کے بعد وہ اس کے سامنے

پار کر گیا چونکہ وہ ان سے ایک مناسب فاصلے پر تھا جب بعد میں اس نے گیٹ کیا اندر جانا چاہا تو گیٹ پر کھڑے گارڈ نے اسے اندر نہیں جانے دیا بلکہ یہ کہا کہ یہ صاحب لوگوں کی کالونی ہے جس سے ملتا ہے اس کا نام ہٹاؤ۔“

وہ لا جواب ہو کر پلٹ گیا چونکہ وہ اس کالونی میں ایک دو بار سواریاں چھوڑنے آیا تو جانتا تھا کہ چوبیس گھنٹوں پر مشتمل اس کالونی کا داخلی اور خارجی گیٹ ایک ہی تھا اس نے ہمیں آس پاس آڑ میں رہ کے اس پیلے رکشے کی واپسی کا انتظار کیا جس کا نمبر وہ پہلے ہی نوٹ کر چکا تھا زیادہ وقت نہیں گزرا کہ اسے وہی رکشہ واپس آتا دکھائی دیا جس میں صرف رکشہ ڈرائیور تھا جس کے چہرے پر ماسک تھا۔“

بات کو یہاں تک لا کر وہ خاموش ہو گیا۔ وہ جو ممکنہ اٹکھوں کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی وہ جانتا تھا وہ آج بھی اسی حادثے کے زیر اثر رہی رہی تھی پھر اس نے بچے کے غواہ ہونے کے بعد اگلے چوبیس گھنٹوں کی تکلیف دہ روداد کو اس کے سامنے دہرانے سے گریز کیا۔

وہ جانتا تھا ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی اس نے بات شروع کرنا چاہی۔ وہ جانتی تھی اس نے اور کچھ نہیں سنا وہ اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ بات ادھوری چھوڑ کر بھاگ جاتی طوالت پکڑتی خاموشی میں اس کی خشک آواز گونجی۔

”ان چوبیس گھنٹوں میں بہت کچھ ہو سکتا تھا جو کہ نہیں ہوا۔“ جب وہ بیک اٹھا کر کھڑی ہوئی تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ آیا تھا وہ چھوٹے بے سنگ ابریا کے اس حصے میں کھڑا تھا جہاں وہ کھڑی تھی وہ دیکھ سکتا تھا کہ اس کے چہرے کے سرد تاثر نے کوئی رنگ نہیں بدلا تھا۔

”اب بھی کچھ نہیں ہوگا۔“ وہ لفظ لفظ پر زور دے کر بولا۔

سے اٹھ گیا تھا اس پر ایک عجیب طرح کی غائب دماغی غالب تھی جو بات کرنے کے بعد وہ اٹھ گیا تھا یہ بات تو ہزار لوگ کر چکے تھے وہ کون سی خاص بات تھی جو سر سنا چاہتی تھی جو وہ کرنا چاہتا تھا۔ چند منٹوں بعد اس نے امر کے سامنے ٹھیل پر ٹرے رکھی۔

وہ تب بھی نہیں چوکی اس نے پانی کے گلاس اور چائے کے کپ کو خالی نظروں سے دیکھا۔ وہ جس ٹھیل میں تھی وہ اسے اب سیٹ کر رہا تھا جب وہ اب سیٹ ہوئی تھی تو اس کا ہاتھ بیک کی زپ کھولتا تھا پھر اس کا ہاتھ کالج کی ایک کوشی پھوٹا، کچھ دیر گزری کہ وہ ٹھیل کے دوسری جانب اپنی جگہ پر آیا تو اس کے ہاتھ میں کچھ تھا ایک بڑے مٹھے کے جتنا کھنڈ جو اس نے ٹھیل کے وسط میں رکھا کیا وہ ابھی بھی ٹھیل میں تھی کیا وہ ابھی بھی اس سڑک پر تھی جس کے ایک طرف جمعہ بازار لگا تھا۔ ”یہ انعام اللہ کے اغوا کی ایف آئی آر کی فوٹو کاپی ہے۔“ پانی کے گلاس کو گھوڑی اس لڑکی کا تصور اس مانوس آواز کون کر رہا تھا اسے افسر کی بات پر ٹوٹا تھا، اس کی غائب دماغی ہلکے سے اڑی، اس نے پہلے میز پر پڑی ایف آئی آر کی فوٹو کاپی کو پھر شان کو دیکھا۔

”تم دونوں جس قاتل پر کام کرو گے اس کے علاوہ تم شان کے ساتھ کسی بھی دوسرے کیس کو اور غیر حسین کے کسی بھی مسئلے کو ڈسکس نہیں کر دو گے ورنہ میں اس کی کیس قاتل پر کارڈ روم میں پھنکوا دوں گی۔“

اسے ریلی کی دھمکی یاد آئی اس کا حلق خشک ہوا، اتنا تو وہ سمجھ سکتی تھی کہ وہ کس کیس کی بات کر رہی تھی اس کے مقابل بیٹھا وہ شخص اسی موضوع پر بات کر رہا تھا وہ اسے بتا رہا تھا۔

”جس رکشہ ڈرائیور نے یہ ایف آئی آر درج کروائی تھی اس کے بیان کے مطابق تم لوگوں کا بڑوسی رکشہ ڈرائیور لان کے پیچھے لگا تو اس نے پورا رستہ ان اغوا کاروں کو کسی تعاقب کا احساس نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ وہ پیلا رکشہ ایک پوش کالونی کے گیٹ

امر حسی تھی، انعام اللہ کی امر حسی یہ اس کی جذباتی بے سرو سامانی کے دن تھے پہلے وہ اپنے اور اپنے باپ کے بارسوخ تعلقات ڈھونڈتی پھر ان کی سفارشات کے ساتھ پولیس اسٹیشن پہنچ جاتی۔

اس سے یہ ہوا کہ مینی ڈیڑھ تک اس کی رسائی اس پولیس آفیسر تک ہوئی۔ جو ایسے طبقے کے افراد کے لیئر کو مل کرنے کا عزم رکھتی تھی اے ایس بی ریبا! وٹم کے واقعات سے زیادہ اس کے جذبات کو اہمیت دیتی تھی یہ امر حسی کے ڈیٹی امتری کے دن تھے۔ اسے صبر آتا ہی نہیں تھا اسے اپنے بھائی کے مجرموں کو ڈھونڈ کر انہیں سزا دلوانا تھی اس کی قسمت اچھی تھی کہ اسے ایک پولیس آفیسر کی سپورٹ بروقت مل گئی تھی۔ وہ انعام اللہ کا بدلہ لینے کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی اور ریبا نے اپنی خفیہ اور اعلیٰ سپورٹ سے پہلے اسے دور سے دکھائے تھے۔

”اگر جینا جاہتی ہو تو بھائی کی موت پر صبر کر کے اس حادثے سے ملنے والی تکلیف کو مار کے دفنا دو اور دوبارہ کسی پولیس اسٹیشن کا رخ مت کرنا اگر حادثے کی پیروی کو خود پر فرض کر چکی ہو تو پھر خود کو مردہ سمجھنے کی کوشش کو کامیابی ملنے تک جاری رکھنا۔“ امر حسی بدلہ لینے کے لیے ہر قسم کی مشکلات سہہ سکتی تھی۔ جب ریبا کو یقین ہو گیا تو پھر اسے ایک قانونی ادارے میں اس حد تک ٹرینڈ میڈی کیا گیا کہ کسی مشکل میں پڑنے کے بعد وہ اپنی جان بچا سکتی تھی اسے ملکی پبلی فائٹنگ بھی سکھائی گئی اسے گولی چلاتا بھی سکھایا گیا۔

ٹریننگ لینے کے بعد اس کے دن کا بیشتر حصہ چوبیس گھروں پر مشتمل اس کالونی میں گزرنے لگا۔ یہ قانونی سپورٹ ہی تھی کہ اس نے بے دھڑک ہو کر ان چوبیس دروازوں کو مکھن کر خیرات بھی مانگی یہ وہ کام والیوں کا حلیہ اپنا کر کئی گھروں میں کام پر بھیجی گئی رہی۔ اس نے وہاں کوڑا اٹھانے والوں کے ساتھ بھی کام کیا اس نے کئی مہینے بدلے اور ہر وہ کام کیا جو وہ ان گھروں میں سمجھنے بہانے کر سکتی تھی۔ بالآخر سال

”میں اس سسٹم کا حصہ ہوں تو جانتا ہوں کہ وہ کون سا مقام ہے جہاں کھیل پلٹ دیا جاتا ہے۔“ وہ دیکھ سکتا تھا کہ اس بات پر اس کے چہرے نے ایک ساتھ کئی رنگ بدلے، اپارٹمنٹ ایک بار پھر سنانے کی زد میں تھا اس بار سنانے کو امر حسی کی آواز نے توڑا۔

”امید کرتی ہوں کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔“ وہ تہیہ کر چکی تھی کہ گھر جاتے ہی وہ کتاب میں بند بھروسہ رنگ کے کارڈ کو پھاڑ کے پھینک دے گی اب جبکہ وہ بازی جیتنے کے قریب تھی تو اسے کوئی دشمن ہی مایوس کر سکتا تھا اس نے اس آفیسر کے چہرے سے نگاہ ہٹائی کیونکہ وہ آنکھیں دھینوں جیسی نہیں تھیں اور وہ لڑکی دوست مزاج نہیں تھی جو اس کے پاس سے گزر کے دروازہ پار کر گئی۔

☆☆☆

اللہ لا الہ الا اللہ اسلام گھرانے میں آنکھ کھولنے والا ہر بچہ اللہ اور اس کے واحد ہونے کی تصدیق کے ساتھ زبان کھولتا ہے یہ وہ تصدیق ہے جو ماں باپ اور گھر کے باقی افراد کے ذریعے اس کی سماعتوں میں ثبت کی جاتی ہے، اس کے علاوہ بچہ گھر میں پڑی جس شے اور کانوں میں پڑنے والے جس انسانی نام کو اپنے طور پر پہلی بار زبان پر لاتا ہے وہ اس کی اپنی اثر نشین اور اپنی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔

انعام اللہ نے بھی زبان پر آنے والے پہلے انسانی نام غیر حسین کو ہر بچے کی طرح بگاڑ کر جس آسان انداز میں ادا کیا وہ امر حسی تھا۔

پھر اس کا اصل نام اس کی تعلیمی اسناد اور اس کے آئی ڈی کارڈ تک محدود رہ گیا۔ جیسے انعام اللہ کے بعد اس کا وجود بس سانس لینے کی حد تک رہ گیا۔ درد صرف دل کی حد تک رہتا تو وہ برداشت کر لیتی مگر یہ درد اس کے جسم کی چھوٹی سے چھوٹی ہڈی اور باریک سے باریک رگ میں بیٹھ گیا تھا۔

اس تکلیف کے مداوے کے لیے جس نے گھر سے باہر دنیا کی بھیڑ میں قدم رکھا وہ غیر حسین نہیں تھی

ڈیڑھ تک اس نے وہاں ایک گھر میں وہ شواہد ڈھونڈ لیے۔ وہ ایک چھوٹی سی فیکٹری کا مالک تھا جو بچوں کے اغوا کا نیٹ ورک چلاتا تھا وہ اسی فیکٹری کے مالک کے ذریعے ہیلز بلاز بوسٹک کے مالک تک پہنچ چکے تھے درحقیقت جو اس مافیا کو کنٹرول کرتا تھا۔

☆☆☆

وہ دروازہ زور سے بند کر کے نکلی تھی اس نے گہرا سانس کھینچا۔

”نادان لڑکی!“ وہ افسوس کے ساتھ سر ہلاتا ہوا واپس پلٹا۔ تو نگاہ میر کی طرف گئی پھر میر پر پڑے سفید لفافے سے ہوتی ہوئی ٹرے میں موجود چائے کے کپ اور پانی کے گلاس پرنگی۔

اس تمام منظر میں کچھ تھا جو بولتا ہوا محسوس ہو رہا تھا تو کیا اس لیے ابھی جو اس سے آخری ملاقات کر کے گئی تھی آج اس کا اپنی ٹیوٹ خاموش نہیں تھا۔ وہ اپنے اپنی ٹیوڈ کا تھوڑا سا حصہ اس سفید لفافے کے ساتھ رکھ گئی تھی وہ اسی نیلے صوفے پر بیٹھا جہاں سے کچھ دیر پہلے وہ اٹھ کر گئی تھی۔

اس لفافے میں ہزاروں تھے یا چند ہزار وہ شان کو اسے واپس کرتا تھا مگر کیسے؟ یہ سوال مشکل تھا۔ اس نے پانی کا گلاس اٹھایا پھر ٹرے کے ساتھ ٹیبل پر گری کسی چیز کو دیکھا۔ وہ کیا تھا جب وہ کچن میں جائے بنانے گیا تھا وہاں اس نے ریا کی کال اینڈنگی تھی جو اس سے مہندی کا فکشن اینڈنگ کرنے کا پوچھ رہی تھی۔

وہ اس سے معذرت کرتا ہوا چائے پانی کی ٹرے کے ساتھ واپس اسی جگہ پر آیا تھا۔ یقیناً یہ چیز امر کے ہاتھ سے گری تھی وہ ایک دم سے چونکا یقیناً یہ وہی چیز تھی جس کو کھانے کے بعد وہ پرسکون ہو جاتی تھی اس نے ذرات نما سونف کو احتیاط سے اٹھا کر پہلے سونگھا پھر اسے زبان کی نوک سے چھوا اسے چمکنے لگے بعد وہ گہرے سانسے میں اترا۔ یہ امر حسی کیا چیز تھی آخر؟

☆☆☆

وہ یہاں سے ریزائن کر چکا تھا اس کا حساب کتاب بھی کلیئر ہو چکا تھا پھر آج وہ دوبارہ وہاں کیوں آیا تھا اسے آتا دیکھ کر اسٹاف ہیڈ کے ماتھے پر بل پڑے۔ آوارہ اور نا کام نوجوان، اس لڑکی کے چہرے پر ان خیالات کو پڑھنے کے باوجود اس نے رکی طور پر دعا سلام کی پھر چہار جانب نگاہ دوڑاتے ہوئے نہایت شائستگی سے بولا۔

”دراصل مجھے امر حسی سے ایک کام تھا۔“ اس وضاحت کے ساتھ اس نے جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونچتے ہوئے سامنے اس طرف دیکھا جہاں وہ ڈیوٹی کرتی تھی وہ آج بھی وہاں نہیں تھی ایک تو اس لڑکی کی وجہ سے اس کی پوزیشن یہاں مشکوک تھی پھر آنے کے ساتھ ہی یہ اعتراف کہ وہ اس سے ملنے آیا ہے سو وہ توبہ توبہ کے انداز میں بڑبڑاتی پھر ناگواری سے بولی۔

”وہ بھی یہاں سے ریزائن کر گئی ہے۔“ گرم جیبوں میں ٹھسے اس کے ٹھنڈے ہاتھ ایک دم سے پرسکون ہوئے۔ اسے اطلاع ملی تھی رات کو اسے وین نے جب محلے کے اسٹاپ پر اتارا تو پہلی گلی میں کھڑے دو تین آدمیوں نے اسے اس کیس کی مزید پیروی سے دور رہنے کو کہا تھا ورنہ اس کے برے نتائج کے لیے انہوں نے اسے خاصا ڈرایا دھمکایا تھا۔ اس ضدی لڑکی نے اگر شان کی باتوں پر نہیں تو شاید ان کی دھمکیوں پر غور و فکر کرنے کے بعد معاملے کی سنگینی کو سمجھ لیا ہو اور اسی وجہ سے ریزائن کر دیا ہو۔

رات بھر سے اس کے کشیدہ اعصاب جیسے ایک بوجھ سے آزاد ہوئے۔

”ہاں مگر سننے میں آیا ہے کہ اس نے ہیلز بوسٹک جوائن کر لی ہے۔“ اسٹاف ہیڈ کی آواز نے واپسی کے لیے مڑتے اس کے قدموں کو ساکن کیا۔

اسے ڈرانے دھمکانے کے پیچھے جن کا ہاتھ تھا وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اے ایس بی ریا کی پینڈ اور فائل میں بچوں کے اغوا کا نیٹ ورک چلانے والے مافیا کے خلاف اس آپریشن کو عملی طور پر وائسڈ اپ

جب سے ادا نہیں کی تھی وہ اس رقم کو واپس بھی کر چکا تھا پھر آج یہاں کیا کرنے آیا تھا۔

وہ سڑک پر آگے پیچھے تھے مگر ان دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ ان کے بیچ ایک گاڑی نے بریک لگائے ”رکواس“ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی لڑکی نے اسے آواز دی۔

”چاہو تو میں تمہیں مین روڈ تک ڈراپ کر سکتی ہوں۔“

”بہت شکریہ مجھے راستے میں کچھ کام ہے۔“

اس جواب کے ساتھ اس کے قدموں نے تیزی پکڑی وہ کسی سے لفٹ لینے کے موڈ میں نہیں تھی وہ جو ٹریفک سے راستہ بتاتا اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس کی نگاہ بے ساختہ سے سامنے عمارت کے مختصر شیڈ کی طرف اٹھی شیڈ پر بیٹھنے کی پرندے اور اس میں کیا فرق تھا اس کے پاس اس فرق کو جاننے کا وقت تھا تاہی اس چڑیا کے اپنی ٹیڈ کو انجوائے کرنے کا۔

کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ اگلا لمحہ ٹل جاتا۔ پلٹ جاتا وہ آس پاس کہیں بھی کھڑا اسے دیکھ رہا ہوتا تو وہ آرام سے آگے بڑھ جاتی مگر وہ اس کا رستہ روک اس سے ریکوئسٹ کر رہا تھا۔

”میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”دیکھیں سر! ہماری جواک ایک ساتھ ڈیوٹی تھی وہ ختم ہو چکی ہے تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کدو خاموش ہوئی اس نے چند گہرے سانس لے کر اپنے ادھورے جملے کے ساتھ اسے دیکھا وہ بس اسے دیکھ رہا تھا۔ کیا تھا آج ہر دی سڑکی برقی اور سیاہ ہوئی تو وہ سارا موسم اس شخص کی آنکھوں میں جھونک دیتی۔

اس نے ہونٹوں پر جمی سختی کو زبان پھیر کے ترکیا اس کی سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آ رہا تھا کہ وہ روز ایک بھورے کارڈ کو چھاڑ کے پھینکنا کیوں بھول جاتی ہے۔ سو وہ ادھورے سے جملے سمیت رخ موڑ کر اپنے راستے پر چل دی۔

”میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو ابھی تمہیں

کر دیا گیا تھا وہ اس چال سے بھی آگاہ تھا اس سب کے باوجود وہ ہلکا سا بونٹیک جوائن کر چکی تھی۔

کیا وہ سوچ سکتا تھا کہ یہ خبر اس پر اس پر سے طریقے سے اثر انداز ہوگی۔ اس لڑکی کی بے خوبی اس کے احساسات میں دھڑکی طرح رشتی وہ آنکھوں میں تیرتی الجھن کے ساتھ آگے بڑھا! اس نے بے چین قدموں کے ساتھ ڈور سلائیڈ کیا اب مس می بوتیک اس کے عقب میں رہ گئی وہ بیچ کی اسٹریٹ میں کھڑا شخص کی دیوار کے دوسری طرف دیکھ رہا تھا آخر وہ وہاں کتنی دیر کھڑا رہتا۔ وہ اسٹریٹ چھوڑ کر نیچے شاہنگ مال کی سیڑھیوں پر آیا آج دھوپ نکلی ہوئی تھی مگر ہوا اس قدر سرد تھی کہ ہڈیوں میں گھس رہی تھی جانے کتنا وقت گزرا کہ وہ اسے آتی دکھائی دی جس نے کہا تھا کہ وجہ ہر خوف ختم کر دیتی ہے کیا یہ بیچ تھا کہ اس غر لڑکی نے باہر اسٹریٹ میں آ کر اسے دیکھا تھا ایسا بالکل بھی نہیں تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ابھی تک باہر کھڑا ہوگا۔

اسے اس کی برنی حرکت پر حیرت بھی ہوتی تھی اور غصہ بھی آتا تھا اس کے متعلق اسے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتا ہے، وہ اپنے کام سے کام رکھتا تو آج بیچ حسنی جنرل اسٹور پر ایک سفید لٹافہ واپس کرنے بھی نہ جاتا۔ اس کے باپ نے اسے فون پر بتایا تھا کہ کوئی شخص تم سے لیا ہوا قرض واپس کرنے آیا تھا۔

☆☆☆

وہ شاہنگ مال کی پہلی سیڑھی پر تھی گھنٹہ ڈیڑھ سے سرد ہوا میں کھڑے اس شخص نے دیکھا ایک نوجوان اس کے قریب آ کر کا اس کی بات کو سننے کے بعد سر کو دائیں بائیں تکی میں ہلاتے ہوئے اس نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا وہ اس لڑکے سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی وہ ان چند سیڑھیوں کو پھلاتی ہوئی تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھی وہ محسوس کر سکتی تھی کہ اس اعلیٰ انفر نے بھی سیڑھیاں چھوڑ دی تھیں۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ رقم اس نے اپنی

”آپ کو بچو کے باپ کا پتا تو ہے جب بیوی گھر پر نہ ہو تو اپنے شئی دوستوں کو بلا لیتا ہے بوجس طبیعت کا ہے تو وہ ماحول اس پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔“ وہ اپنا فون ٹیک میں رکھ رہی تھی۔

”باقی سب کا سوچنا مگر اپنا بھلا کبھی نا سوچتا۔“ اس نے جو شانندے کو لا پرواہی سے میز پر رکھا حالانکہ اس نے بہت ذمہ داری سے بنایا تھا ماں کو پتا تھا کہ بیٹی چیزوں کی ایسی لا پرواہی سے چرتی ہے، امر کو دکھ ہوا۔ یہ اس کی ماں کے غصے کا کمزور ترین اظہار تھا مگر وہ کیا کرنی جو دکھ اس کے اندر دھڑکنے لگا تھا وہ اس سے کہیں بڑا تھا۔

”خالہ! جب ہم بلا وجہ کسی کا بھلا کرتے ہیں تو کہیں نا کہیں بلا وجہ ہماری پروا کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔“

اس بات پر چونکی ”اور جو رشتے پرواہ کی بنیاد پر بنے ہیں انہیں۔“

اس کا ذہن جہاں بھی گم تھا انہم کے اس جیلے نے اس کو حاضر کیا اس کی ماں کو انہم کے پورے یا ادھورے جیلے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ جانے کون سی بات پر بڑبڑاتی ہوئی جب چلی گئی تو انہم نے جیسے محل کے ساکس لیا۔

”توبہ ہے خالہ! مجھے اور بیو کو مطلب پرست سمجھتی ہیں ان کے نزدیک ہماری محبت ان چادر اتوں کی ہے جو ہم بھد مجبوری اس گھر میں گزارتے ہیں ہنہ!“ اس نے منہ بسورا۔

اس نے مسکرا ہٹ چھپانے کو رخ بدلا، وہ اس وقت گھر کے سب سے چھوٹے اور اسٹور نما کمرے میں تھیں جہاں اس کی بونی کی کتابیں، اس کے رسالے جن کی کہانیاں نا مکمل تھیں اس کے نا دل جن کا اینڈ پڑھنا باقی تھا سب کچھ کافی عرصے سے ایک ہی ترتیب میں پڑا تھا۔

”انہم آئی اب آج بھی جائیں۔“ یہ بیو کی آواز تھی۔ ”افوہ مجھے بیو سے پوری پچیس قبطلوں کا ڈرامہ سننا ہے۔“ وہ باہر کو چلی۔

ہر اس کیا جا رہا ہے جب تم پیچھے نہیں ہوتی تو تمہارے ساتھ اس سے بھی پرا ہو سکتا ہے۔“ وہ کہیں بیٹھ کر بات نہیں سننا چاہتی تھی۔ وہ بونی ساتھ چلتے ہوئے بولا، وہ اس کی بات پر یک دم رکی حیرت کی بات یہ نہیں تھی کہ وہ اس کے متعلق ہر خبر رکھتا تھا حیرت کی بات یہ بھی کہ کس وجہ سے اور کیوں رکھتا تھا۔

”یہ باگل بن نہیں، یہ محبت ہے سنان صاحب!۔“ بخشی کے گھر کے محلے جن جیسی محبت، کھلا صحن شام دھلنے سے قبل جب سرد ہو جاتا ہے تو کیا وہ اجنبی ہو سکتا ہے کیا اسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ ہاں مگر ہمارا ایک دوسرے کے آگے پیچھے پھرنا ایک دوسرے میں دلچسپی ظاہر کرنا ایک ڈراما تھا جو ختم ہو چکا ہے پھر آپ کو میری اتنی فکر کیوں ہے۔“

وہ سیدھی گردن کے ساتھ اس کے آگے سوال رکھ کے کچھ دیر اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر چھوٹے، قدم اٹھائی اپنی راہ پر بولی جیسے سرد راستے پر کھڑے اس شخص نے اپنے ہاتھوں کو گرم جیکٹ کی پناہ فراہم کی مگر ان خشک ہاتھوں نے قرار نہیں پایا۔ ہمیں پتا ہی نہیں چلتا ایک چیز ختم ہونے کے بعد کب نئے سرے سے شروع ہو جاتی ہے۔ اگر وہ عمارت کی شپڈ پر بیٹھے ان پرندوں میں سے تھا تو وہ اپنی ٹیڈو دکھائی اس چڑیا کو دیکھ رہا تھا جس کے پاؤں ٹیڈ کی آخری حد کو چھو رہے تھے اسے اڑنا تھا یا پھر گرنا تھا۔

☆☆☆

”آج بیو پھر بستر میں گھسا بیٹھا ہے۔“ اس کی ماں کمرے میں آئی وہ وہاں انہم کی موجودگی کو میسر فراموش کر کے بولی اس نے ایک تیرے دو شکار کیے انہم کے شوہر کی بھی آج ٹائٹ ڈیوٹی تھی مگر اس کی ماں کے ماتھے پر جو موٹے موٹے بل پڑے تھے۔ وہ اسے تیار ہونا دیکھ کر پڑے تھے۔

اس کو فلو ہو رہا تھا ماں اس کے لیے جو شانندہ لے آئی تھی۔ اسے فلو پور ہا تھا اسے بستر میں ہونا چاہیے تھا مگر وہ تیار ہو رہی تھی۔

پوچھ رہا تھا ان کی ہائٹ بھی اچھی تھی مگر وہ اس کے برابر نہیں تھیں۔

”میں کسی تیسری کی بات کر رہا ہوں جو یہاں موجود لڑکیوں میں سب سے خوب صورت لگ رہی ہے تو اب کہو کیا سمجھے۔“ وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بھی ہنس پڑا۔

”سمجھ گیا سانان اسفر کہ تمہیں محبت کے سبق سکھانا بے کار ہے۔“ باسط کا اسے شٹ اپ کال دینے کے بعد فوری طور پر کال ڈراپ کرنا اسے مزہ دے گیا۔

پونہمی ہنستے لیوں کے ساتھ اس نے نگاہوں کا رخ اسٹیج کی طرف موڑا۔

ریا بہت اچھی لگ رہی تھی صرف یہ کہتا نا انسانی تھی وہ حسین ہی نہیں بظاہر ہر لحاظ سے ایک مکمل لڑکی تھی دنیاوی معیار سے وہ ایک اچھے خاندان سے تھی۔ لیکن اس کا دل اس کی خوب صورتی کے اعتراف سے آگے کوئی رسپانس نہیں دیتا تھا۔ برسوں سے باسط اور اس کی ماں اس لڑکی کا ذکر کر کے اسے محبت سکھانے کی کوشش کرتے تھے مگر دل اتناڑی بن جاتا۔ وہ خود اس کے سامنے آکر محبت سکھاتی مگر دل سیکھنے پر راغب ہی نہیں ہوتا تھا۔ آج بھی وہ اس تقریب میں ہوتی رسومات تک سے وقت نکال کر وقتاً فوقتاً اس کی جانب مچھی چلی آتی صرف وہ ہی نہیں اس کی باقی فیملی بھی اس کے لیے وقت نکال رہی تھی۔ ”مجھے لگتا ہے تم بھی بھی نہیں بدلو گے اس قدر حسین پروٹوکول اور اتنے خوب صورت ماحول کو مانس کر کے تم آج بھی صرف اپنی بوریٹ پردھیان دیتے ہو۔“ اس کے قریب بیٹھے ہوئے بولی۔ وہ بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”تم نے امرحسنی کو انوائٹ نہیں کیا؟“ شاندار صوفے پر بیٹھے شاندار مرد نے اس کی جانب چہرہ موڑتے ہوئے ایک ایسا سوال کیا۔ جو ریا کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ اس کی اپنی آزاد کالونی میں سے بہت سے نامور لوگ اس فنکشن میں انوائٹ نہیں

”اپنی بات تو مکمل کرتی جاؤ جو تم ابھی کہہ رہی تھیں کہ وہ رشتے جو پرواہ کی بنیاد پر بنتے ہیں انہیں۔“ کووہ سمجھ نہیں پاری تھی وہ کیا سنتا چاہتی تھی مگر وہ بیک کو کندھے پر سیٹ کرتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

”ہاں انہیں“ وہ رکی اس نے انگلی کو کپٹھن پر رکھا۔

”آپنی آ رہی ہو کہ نہیں۔“ پھر وہی آواز۔

”ہاں یاد آیا انہیں آگے بڑھانے کے لیے ایک دوسرے کو آواز دیتے رہتا چاہیے۔“

وہ رک رک کے بولی۔ پھر جواباً آواز لگائی۔

”بھئی..... بالکل ایسے۔“ اس نے انجسٹ شہادت خود برتائی ”پرواہ ملی ہوگی تو جواب نہیں آئے گا۔ پرواہ اصلی ہوگی تو بندہ حاضر.....“ وہ یقیناً اصل بات بھول گئی تھی لیکن اسے بات بتانا آتی تھی۔

وہ اس کی چالاکی پر سر جھٹک کے رہ گئی اس نے گھر کا دروازہ پار کیا تو اس کا رخ جنرل اسٹور کی طرف تھا اسے جہاں بھی جاتا تھا ہر روز کی طرح اپنے بابا کو بتا کر اور ان سے دعا میں لے کر جاتا تھا۔

☆☆☆

”اگر تو وہ لڑکی ابھی تک نہیں آئی جو سال میں ایک بار تو اچھے طریقے سے تیار ہوتی ہوگی تو مجھ سے شرط لگا لو تمہاری نظر میں بھی ابھی استقبال پر ہوں گی اور اگر وہ آچکی ہے تو پھر تم نے اپنی توجہ دو لہجہ ذہن کے پلیٹ فارم پر میڈول کر رہی ہوگی کیونکہ ذہن کی بہن وہی ہوگی باسط کھٹکھاراز را سا وقفہ۔

”اب سچ بتاؤ تمہاری توجہ جن دولڑکیوں کی طرف جھک رہی ہے، ان میں سے کون زیادہ خوب صورت لگ رہی ہے۔“

”اچھی تو لگ رہی ہے اس پر ساڑھی بھی سوٹ کر رہی ہے، اوپر سے ہائٹ بھی امپرسینگ ہے مطلب.....“ ذرا سا وقفہ..... ”میرے برابر تو ہوگی۔“ یہ اعتراف تھا یا مذاق، ”تم کس کی بات کر رہے ہو۔“ وہ جیسے چلایا وہ اس سے جن دولڑکیوں کی بابت

کرنے کا ارادہ ہے تو پھر گڈ نائٹ۔“
”اچھا سنو سنو، مجھے فکر بھی ہو رہی تھی مگر ابھی مجھے تمہارے لیے ایک پیغام موصول ہوا ہے۔“ اس کی آواز پر بنجید کی غالب تھی۔

”خبریت؟“ وہ چونک کے سیدھا ہوا۔

”امرحسنی کی پڑوسن نے مجھے کال کی ہے امر کے ہاتھوں گولی چلی ہے وہ اس وقت پولیس اسٹیشن میں ہے رہا ہے اس کا رابطہ نہیں ہو رہا اس نے کہا ہے کہ تم کسی نا کسی کا ٹیکٹ پر اس سے رابطہ کر کے اسے امر کے حلق افغانم کرو۔“

اس کے ذہن کو چمکا سا لگا۔ اس وجہ سے نہیں کہ اس نے گولی چلائی تھی وہ مان ہی نہیں سکتا تھا کہ رہا اسی واقعے سے بے خبر ہوئی پھر وہ امر سے رابطہ کیوں نہیں کر رہی۔

”تم نے سنا ہے تاکہ تم نے صرف رہا کو اطلاع دینی ہے، اس نے تم سے نہیں اس سے مدد مانگی ہے۔“ وہ جلدی جلدی بول رہا تھا۔ ”وہیے بھی تم اس معاملے کو کسی نہ کسی حد تک فون کالز کے ذریعے بھی سولو کر سکتے ہو۔“

آج موسم گھر سے نکلنے والا نہیں۔“

”مجھے پتا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔“ وہ گہری بنجید کی سے بولا۔ اس نے فون کو کان سے ہٹایا۔ وہ اس مسئلے کو فون پر سولو کر سکتا تھا اس کے ہاتھ متحرک تھے وہ ایک کے بعد ایک کال مار رہا تھا۔

☆☆☆

”میرا فون، میرا ایک پولیس کی تحویل میں ہے۔“ ”تم انہوں نے ہم سے کہا کہ یہ اے ایس پی رہا صاحبہ کے لیے کام کرتی ہیں۔ ہم نے اس کو فون دیا کہ ان سے بات کرو مگر میڈم نے ان کی کال سنی تا کال بیک کی ہم بھی ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر وہ کسی کی کال نہیں سن رہیں۔“

کانشیل جب اپنی بات کر چکا تو اس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہا، جب وہ یہاں آیا تھا تو وہ لاک اپ میں تھی اس وقت وہ آفس روم

تھے۔ اس نے کسی ایک کا بھی نہیں پوچھا تھا۔ وہ اس جگہ پر کس کو پوچھ رہا تھا اگر پوچھ رہا تھا تو وہ اسے یاد کیوں تھی۔ سنان اسفر کی تیاری میں ایک ایک چیز اس کی امارت کی جھلک دکھا رہی تھی اس نے جو کون لگایا ہوا تھا اس کی قیمت آسانوں کو چھوٹی ہوگی باوقار طریقے سے ٹانگ پر ٹانگ دھرے بیٹھا وہ شخص اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کے الوہی چمک دیتے چہرے پر بنجید کی کی جگہ اب نا کواری لے چکی تھی۔ اس نے اسے ہانٹ اینڈ پیٹ کیے میں بھی چڑایا تھا اور اندلس کے قحبہ خانوں کی رسم سے منسلک ایک کارڈ کو ٹیبل سے اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

”اگر تم نے کسی لڑکی کے ذکر سے مجھے چڑانا ہی ہے تو پھر وہ میرے یا تمہارے اسٹینڈرڈ کی تو ہو۔“ وہ بدقت نا گوار تاثرات کو جھٹکتے ہوئے نازل ہی ہو کر بولی۔

”میں اس چیز کو نہیں مانتا وہ مجھے اچھی لگتی ہے اس کو مس کر رہا ہوں یار۔“

شادی ہال کا شور، بنگاہ میوزک کی آواز کے باوجود جیسے وہاں ایک سناٹا چھا چکا تھا وہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بے یقین تھی وہ کیا کہہ رہا تھا کیا اس نے امرحسنی کا ذکر اس نیت سے چھیڑا تھا جیسے اگلے بندے کو الجھا کر خوش ہوتے۔

”میں سچ کہہ رہا ہوں۔“ وہ اس کی پتھرائی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرا کر بولا۔

”میں پھر بھی جھوٹ سمجھوں گی۔“ اس نے کہا پھر اس کو گھورتے ہوئے ہولے سے اٹھ گئی۔

☆☆☆

”تم اس وقت کہاں ہو راستے میں یا گھر پر۔“ باسط کال کے زیر سیور ہوتے ہی بنا کسی دعا سلام کے بولا اس کی آواز میں کچھ تھا کچھ محسوس کرنے والا۔

”اگر تو تمہیں میری فکر ہو رہی ہے تو تمہارا شکریہ آج اس قدر شدید قسم کی دھند ہے سمجھو کہ ابھی رینک رینک کے گھر پہنچا ہوں اور اگر مجھے پھر سے تنگ

ان معلومات میں جو بات امر اور سان کے لیے چیران کن تھی وہ یہ کہ اس نے جن افراد پر گولیاں چلائی تھیں۔ وہ تینوں کا سنبل تھے۔ ان میں سے دو زخمی تھے تیسرے نے یہ بیان دیا تھا وہ ایک جبری کی بنیاد پر اس کے پیچھے تھے جبری یہ تھی کہ اس لڑکی کے پاس غیر قانونی اسلحہ تھا۔

”ابھی تمہیں ہراس کیا جا رہا ہے جب تم پیچھے نہیں ہٹو گی تو تمہارے ساتھ اس سے بھی برا ہو سکتا ہے۔“

وہ جب سے سامنے بیٹھی تھی اس کے کان یہ جملہ سننے کے فطرت تھے۔ مگر وہ خاموشی سے بس گاہے بہ گاہے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اگلے لمحے وہ اپنے سامنے ٹیل پر رکھی ٹیڑے کو تا بھی سے دیکھے گی۔

اس میں صرف چائے ہی نہیں ساتھ میں بسکٹ اور ٹیلٹ بھی تھی۔

”یہ ٹھنڈ اور فلو کی دوا ہے، اسے پینے کے بعد چائے ختم کرو پھر بات کرتے ہیں کہ اب کیا کرنا ہے۔“

اس نے اس آواز پر جھٹکے سے سر اٹھایا تھا ہیں اس سے ملیں۔ اس نے انجانے میں ہی سہی پولیس پر فائرنگ کی تھی صبح اس کے خلاف کچھ بھی ہو سکتا تھا مگر یہاں اس کی مدارات ہو رہی تھی اور کیوں ہو رہی تھی اس کی وجہ وہ اچھی طرح جانتی تھی اس نے چائے ختم کی تو وہ بولا۔

”تم اپنے گھر والوں سے بات کرنا چاہتی ہو تو۔“ اس نے اپنا سلی فون اس کے سامنے رکھا۔

”انعم نے انہیں بتا دیا تھا کہ میں آج رات اپنی سہیلی کی طرف رکوں گی ہاں مگر صبح اب انعم سب کچھ بتا دے گی مگر میں میڈم ریا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“

اس نے اجازت طلب نظروں سے دیکھا۔ سان نے اپنی کرسی کے ساتھ ایک اسٹول پر بڑا اس کا بیک میز پر رکھا۔

”تم میرے ہوتے اپنا فون یوز کر سکتی ہو۔“ اس

میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ کانشیل کے جانے کے بعد وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

”مجھے اب انعم کے علاوہ کسی کا نمبر زبانی یاد نہیں میں اب انعم کو اس وقت پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے انعم کو صورت حال بتا کر اسے ڈاکٹر باسٹ سے رابطہ کرنے کو کہا لیکن۔“

میں آپ کو نہیں بلانا چاہتی تھی۔“ اس نے جملہ مکمل کر کے نگاہ اٹھائی۔

اس کی نگاہوں میں پریشانی نہیں تھی وہی سپاٹ تاثر وہی بیگانگی مگر اس کی انگوٹھی میں پنک اسٹون نے اس افسر کو پہچان لیا تھا اس کی ناک سرخ ہو رہی تھی

اور اس کے چہرے کی رنگت پہلی پڑ چکی تھی وہ یہاں ڈیڑھ گھنٹہ سے مگر اس کی میڈم نے اس سے رابطہ نہیں کیا تھا اس نے نگاہ ملائی پھر جھکا بھی لی مگر وہ ابھی

تک اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بس اسے دیکھ رہا تھا آج وہ ایسا نہیں کہہ سکتی تھی اس رات کو کوئی لمحہ تو ایسا زرخیز تھا جس نے اس لڑکی کی شبیہ اس آنکھ میں بودی تھی جس

نے اسے نہیں بلایا تھا لیکن وہ آگیا تھا۔ وہ خود سے اتنا غافل کب ہوا ہے پتا ہی نہیں چلا کہ جس راستے پر وہ

بھٹک رہی تھی وہ بھی اس راستے پر چل پڑا تھا آج یہاں آئے ہوئے اسے راستے میں جگہ جگہ جولی وہ

محبت بھی کیا؟

کہنیں نیلی سرد انجان گلیوں میں

میری آہٹ کو پا کر وہ میرے رستے میں آتی ہے

میری ٹھنڈی تلخ آنکھوں کی کھڑکی پر

وہ دستک دے کے کہتی ہے

تم ایسے سرد رستے پر اسے کیسے تلاشو گے

☆☆☆

پولیس اسٹیشن آکر اسے جو معلومات ملیں اس کے مطابق جب اس نے اپنے آپ کو ان کے گھر سے نکالا تو پھر بھاگتے ہوئے خود کو بچانے کے لیے ان پر گولی چلائی اس وقت کسی قریبی پولیس اسٹیشن کی پولیس وین انہیں قریب ہی تھی۔

نے جتنی بار بھی ہنسر ملا یا دوسری طرف اس کی کال بڑی موڈ پر کردی جاتی۔ اس کے بعد صرف ایک منٹ بعد سنان کے فون کرنے پر ریبیا کی آواز سن کر اس کا رنگ فق ہوا۔

”اف اس قدر فگ تھی کہ بہت شکل سے مگر پہنچے ہیں لیکن اس وقت ہم کزنزل کر لان میں کافی انجوائے کر رہے ہیں۔“ وہ ہشاش بشاشی بولی۔ اسے کسی کی پروا ہی نہیں تھی اس نے سانسے بیٹھے بندے سے نظر چرا کے سر جھکا لیا وہ اس کا ذہن پڑھنے سے قاصر تھی مگر وہ سب کچھ سمجھ رہا تھا اور کچھ چیزیں اسے بھی سمجھانا چاہتا تھا۔

☆☆☆

”اگر تم بھول رہی ہو تو میں تمہیں یاد دلا دوں۔ وہ تمہارے لیے کام کرتی تھی لہذا اس کے خلاف کوئی ایف آئی آر درج نہیں ہوگی۔“ وہ لفظ لفظ چپا کر بولا پہلے تو وہ ہونٹوں کی طرح اس کا چہرہ دھکتی رہی پھر اکیلدم متعل ہوئی۔

”میں نے اسے صاف، صاف بتا دیا تھا کہ اب جو بھی ہوگا قانونی طور پر ہوگا لہذا تم ان محاطات سے دور ہو جاؤ جب اس پر میری کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوا تو اب مجھے نیچے۔ دو بندے جو ہسپتال میں پڑے ہیں۔ ان کے لواحقین یہاں ناشتا کرنے نہیں آئے بیٹھے وہ ایف آئی آر درج کرانے آئے ہیں۔“

اس نے سنان کو بغور دیکھا وہ ٹھیک ٹھاک تیار ہی کے ساتھ سوٹ میں لمبوس تھا اس کی آنکھوں میں رت جگا اور بے سکونی تھی رہا کوسا نس لینے میں دقت ہوئی کیا وہ اسے واقعی اچھی لگتی تھی کیا وہ اس کے لیے بیس کون تھا۔

”میں بھی یہاں ناشتا کرنے نہیں آیا۔ تمہیں سمجھانے آیا ہوں۔ اس کے پاس پہل کہاں سے آیا اسے ایسی ٹریننگ کس نے دلائی تھی اور کیوں دلائی تھی، میں سب کچھ جانتا ہوں۔“

وہ بولا تو اس نے ریبیا کا چہرہ تاریک ہوتے دیکھا۔

”اگر اس کے خلاف مقدمہ درج ہوگا، انعام اللہ کے انخوا کی ایف آئی آر بھی منظر عام پر آئے گی جو اس بچے کے بڑی رکشہ ڈرائیور نے اس تھانے میں درج کروائی تھی۔ وہ بچہ صرف پولیس کی غفلت کی وجہ سے مارا گیا تھا۔ وہ ایف آئی آر کی فوٹو کاپی لہرا کر بولا۔

وہ جو بات کر رہا تھا وہ سمجھ رہی تھی مگر وہ جس خطرناک لہجے میں بات کر رہا تھا تو کیوں وہ دشمن لہجہ اس کا دل بند کر رہا تھا۔

”دیکھو سنان، میری بات سنو۔“ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

”پہلے مجھے سنو۔“ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کرواتے ہوئے چیخا اور آگے بڑھی۔

”اس ایف آئی آر کے درج ہونے کے بعد اگلے چوبیس گھنٹوں میں بہت کچھ ہو سکتا تھا مگر اس لیے نہیں ہوا کہ وہ رپورٹ ایک کمزور طبقے کے رکشہ ڈرائیور نے درج کروائی تھی اور اس انخوا شدہ بچے کا باپ ایک چھوٹے سے جنرل اسٹور کا مالک تھا تو یہاں بیٹھے ایس ایچ او نے لا پرواہی دکھائی اور یہ کہا کہ ہماری ٹیم اس وقت کہیں دوسری جگہ ریڈ ہے۔ تم لوگوں کے لیے اس کالونی کے گیٹ پر تعینات گارڈ کو پکڑنا اور کالونی کے گئے چنے گھروں پر چھاپے کے وارنٹ نکلوانا ناممکن تھے اور جب بارہ سوخ طبقے کا بچہ انخوا ہوتا ہے تو شہر بھر میں نا کے لگ جاتے ہیں پھر سب کچھ ممکن ہو جاتا ہے۔ دباؤ اتنا شدید ہوتا ہے کہ تمہارا سسٹم اس نیٹ ورک چلانے والے مافیا تک بھی پہنچ جاتا ہے مگر یاد رکھنا رہا! اگر امر حسنی کے خلاف کچھ ہوگا تو پھر ہر ایک چیز اوپن ہوگی۔“

وہ اس کی ہر بات سمجھ رہی تھی اور جیسے جیسے سمجھ رہی تھی اس کا حلق خشک ہو رہا تھا وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے سرد آنکھوں کے ساتھ، ایک طاقت ور شخص کو ایک کمزور طبقے کی لڑکی سے محبت ہو گئی تھی کیا دوسرا طاقت ور اس لڑکی کو کسی مجرم میں سزا دلا سکتا تھا۔

☆☆☆

”انعام اللہ کے انعام کو چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے جب وہ نیم جاں حالت میں انہیں ایک پارک میں ملا انعام کاروں نے اس کے کئی اعضا نکال لیے تھے خون زیادہ بہہ جانے کی صورت میں وہ جانبر نہیں ہو سکا تھا۔ چونکہ اس کا بھائی اس کے سامنے انعام ہوا تھا پھر اس کی موت پر یہ لڑکی امرحسی اپنا ذاتی توازن کھو بیٹھی تھی اس نے اپنے دائیں جانب کھڑی امرحسی کی طرف اشارہ کیا۔

”آپ یہاں کے پورے عملے سے پوچھ لیں یہ اکثر پولیس اسٹیشن آکر ہمارے ایس ایچ او کا ٹھیلو پر چینیٹہ چلانے لگتی تھی حالانکہ پولیس نے نیچے اور اس کے انعام کاروں کو ڈھونڈنے کی سر تو ڈکوشن کی تھی مگر یہ ابھی تک اسے بھائی کی موت کو پولیس کی غفلت کا نتیجہ سمجھتی ہے کل کا واقعہ بھی اسی بدلے کا نتیجہ ہے پچارے کا سسٹل سول کپڑوں میں تھے مگر اسے یہاں پورے عملے کی پچان ہے، کل یہ شدید دھورے کی حالت میں تھی اس کے باپ کے بیان کے مطابق یہ شام سے گھر سے نکلی ہوئی تھی اس نے جو بھی کیا ہوش دھواں میں نہیں کیا۔“

وہ سرخ و سفید چہرے کے ساتھ بہت تحمل سے بات کر رہی تھی اسے سننے والی کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید پڑ چکا تھا۔

زخمی کا ٹھیل کے لواحقین اسے رحم آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے ساتھ ہی آرام دہ سیٹ پر بیٹھی اسے ایس بی کو مشورہ دے رہے تھے کہ میڈم پولیس کی دشمن اس بی بی کو جلد ہی کسی ذاتی امراض کے ادارے میں بھیجیں۔

جواب میں اثبات میں سر ہلاتی میڈم رپا کے چہرے پر جھلکتی بے رحمی دیکھ کر اسے ذہین آنکھوں کا مالک وہ افسر یاد آیا جو اس کے بلائے بغیر ایک سفاک دھند میں سفر کر کے اس تک آیا تھا اس نے سچ کہا تھا کہ اب بھی کچھ نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ کھیل پلٹ دیا جائے گا۔

اف، مگر اس طرح پلٹ دیا جائے گا۔ اس نے خوف سے آنکھیں میچیں۔ اس کی وقعت ایک ٹشو پیپر جیسی بھی نہیں ہوگی۔ اس نے یہ کب سوچا تھا اس کا باپ ایک بھرے پرے کنبے کا قلیل تھا اگر وہ اپنی خود سرینی کے پیچھے کسی پاگل خانے یا جیل آنے جانے میں اپنا وقت ضائع کرتا تو ان کا گھر کیسے چلا۔ کئی گھنٹے اسے اپنے دائیں طرف کھڑا کرنے کے بعد جب رپا نے اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو وہ انکار نہیں کر سکی۔ ایک دم سے زندگی اسے کھلے محن میں لے آئی تھی اور ایک دم سے ہی اسے اپنا وجود مگر کی کھڑکیوں کی مانند لگا جس پر واحد ایک شیڈ تھا جو کھڑکی کو بارش اور دھوپ سے بچاتا تھا۔

☆☆☆

وہ دونوں ڈرائنگ روم کے بڑے صوفے پر اس طرح بیٹھی تھیں کہ سچ کی ساری جگہ خالی تھی وہ جس کے انداز نشست میں میزبان جیسا برتاؤ تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ مہمان لڑکی کو شوش کر دیتی۔

”کوشش کرنا کہ زندگی میں تمہارا سانن سے کبھی سامنا نا ہو ورنہ“ ملاقات کے آغاز سے اب تک ان کے سچ ہونے والی بات چیت اسی ایک جملے پر ختم ہو چکی تھی۔

”ورنہ کیا؟“ وہ لڑکی جو دوست مزاح نہیں تھی اب اس کے ماتحت کام نہیں کرتی تھی وہ اس چال باز پولیس آفیسر سے خود کو سوال کرنے سے نہیں روک سکتی۔

”ورنہ تمہارے پاگل پن کا سر شقیٹ وہاں سے بنواؤں گی پھر تمہیں تاحیات کوئی نارل ثابت نہیں کر سکے گا۔“ وہ لے کھا کے پھینکا رہی۔

مہمان لڑکی گہرے رنگ کی شال کو کندھے پر سیٹ کرتے ہوئے یکا یک ساکت ہوئی ایک عہدے دار نے گھڑیال کی نشان کو ضبط کروالینے کا حکم دے دیا تھا ان کے نزدیک محبت بھی مارٹ کی پیشانی پر نصب گھڑیال تھی، ایک طاقت ور شخص کو ایک کمزور طبقے کی

لڑکی سے محبت ہوگئی تھی اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ کھڑیاں
کی موہبتی بحال کروا سکتا تھا کہ نہیں محبت بھی تو رخص
کرتی ہے۔

☆☆☆

”میں یہ جنگ ہار گئی اب، میں نے اسے سچ سچ
کھودیا میں اپنے بھائی کو انصاف نہیں دلا سکی۔“ جنگ
ہار جانے والی وہ لڑکی ایسے سچ سچ کے دروہی تھی جیسے
اس کے بھائی کی میت آج ہی اٹھائی گئی ہو، اس کا
باپ خشک آنکھوں کے ساتھ آغوش میں لے کر اس کا
سر تھک رہا تھا۔ اس کی بیٹی ہار گئی مگر دنیا کی بھیڑ
میں جھکتے سے اسے دنیا کے انصاف کے چلن کا پتا چل
گیا تھا جب تک وہ پر امید تھی اس کا باپ اس کی جیت
کے لیے پر امید تھا ورنہ وہ جانتا تھا کہ سرودگر م
راستوں پر جھکتی اس کی بیٹی کا سفر بے مقصد تھا۔ اچھے
راستوں اور اچھے وقت پر صرف طاقتوروں کا قبضہ تھا۔

☆☆☆

وہ اپارٹمنٹ کی ٹیرس پر کھڑا تھا خاموش سنجیدہ
اور الجھا ہوا، دونوں ہاتھ ریلنگ پر جمائے گہری
سوچوں میں گم وہ یہاں سردی انجمائے کرنے کی غرض
سے نہیں آیا تھا وہ جیسے بے دھیانی کے عالم میں یہاں
نکل آیا تھا۔

اس کے پیچھے کھڑکی کا پٹ نما دروازہ کھلا تھا
وہاں کھڑے ہو کر جمائیں تو سامنے مرکزی میز پر
چائے کے دو خالی کپ پڑے تھے، وہ پچھلایاں اب
خینڈی ٹھار ہو چکی تھیں جیسے کافی دیر پہلے وہاں کوئی
مہمان آیا تھا اسے رخصت کرنے کے بعد وہ کتنی ہی
دیر سے ایک کال کا منتظر تھا اور جب اس کا انتظار دم
توڑنے لگا تو ایک ٹیسا ممبر اس کے موبائل اسکرین
پر چمکا، خارج کرتے ہوئے بوجھل سانس مکلی فضا میں
اچھالتے ہوئے کال پک کی، وہ جانتا تھا وہ شدید
ڈپریشن کا شکار تھی وہ اس کی ہر بات سننے کو تیار تھا۔

”اگر مجھے پتا ہوتا کہ تم نے میرے بابا کو اس
بات کے لیے بلایا ہے تو۔“ آپ سے تم پر غصے کا
اظہار تھا۔

”میں جانتا ہوں یہ ایک ایسی بات تھی جس کے
لیے مجھے خود آنا چاہیے تھا لیکن میں ان سے پوری
تفصیل کے ساتھ بات کرنا چاہتا تھا جو تمہارے گھر پر
نہیں ہو سکتی تھی۔“ وہ اس کی بات کاٹ کر بولا تو
جواب دینے میں اس لڑکی نے اک ذرا سا وقفہ بھی
نہیں لیا۔

”میری زندگی اور موت کا یا پھر میری بربادی کو
خوش حالی میں بدلنے کا تمہارا میرا اور تمہارا رشتے طے
ہو جانا یا پھر ہمارا نکاح ہو جانے پر نہیں ہے مجھے خود کو
کیسے بچانا ہے میں اس کا حل نکال لوں گی اور بہتر ہوگا
کہ تم۔“

”یہ مت کہہ دینا امی! کہ تم مجھے میرے حال
پر چھوڑ دو۔“ اس نے ایک بار پھر اس کی بات مکمل
نہیں ہونے دی، ٹیرس پر خاموش سردی میں اس شخص
کی آواز نے پیش پکڑی۔ ”تمہیں تمہارے حال پر
چھوڑنا ہوتا تو اس رات ہی چھوڑ دیتا جب اندھے
راستے مجھے آگے بڑھنے سے روک رہے تھے لیکن
میں آیا تھا مگر میں نے تمہیں تب بھی آواز نہیں دی
تھی۔“

فون بند کرنے کے بعد وہ کتنی دیر بیٹھی رہی اس
نے سونے کی کوشش بھی نہیں کی۔ آج کل اسے نیند
ہوا، دھوپ، محبت نفرت کسی بھی چیز کی طلب محسوس
نہیں ہوتی تھی وہ کچھ سوچنے سمجھنے کی کوشش کرتی تو
باتیں گڈگڈ ہو جاتیں۔

ریا اسے سان سے دور رہنے کا کہہ رہی تھی کیا
اسے سان سے محبت تھی اور سان اسے نکاح کے
پیغام بھجو رہا تھا کیا وہ اس کی خواہش تھی۔

وہ ان دنوں مسکراتا بھی بھول چکی تھی ورنہ اس
صورت حال پر اتنا تو ہنس سکتی تھی جتنا کہ اس فینسی
کہنے میں وہ پولیس آفیسر ایک فینسی کارڈ لے کر امر
حسینی پر ہستی رہی تھی۔ وہ محبت جس نے دو سال تک
امریحسینی عام لڑکی کو بھٹکائے رکھا وہی محبت اس
بار اوسط درجے کے محلے میں رہنے والی لڑکی کی
بجائے اب خاص لوگوں کو بھٹکا رہی تھی۔

”آپ یہاں کیسے میرا مطلب تم یہاں (غصے کا اظہار) اس طرح میرے پیچھے جبکہ.....“ وہ رکی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے اس کے باپ نے اس کی ہر پیشکش پر معذرت کر لی تھی۔ رشتے سے انکار ہو چکا تھا۔

”جبکہ تمہاری طرف سے صاف انکار ہو چکا ہے۔“ آج اس نے اس کی اوجھری بات مکمل کی، وہ سنجیدہ تھا۔ اور اگے آیا۔

ہاں یہ سچ تھا اس نے بہت اصرار کیا تھا۔

”میں آپ سے ملنا نہیں چاہتی۔“ اس نے ریا کی اپنے متعلق دھمکیاں بتا کر سختی سے انکار کر دیا تھا۔ ”مجھے نارمل ہونے کے باوجود اپنی باقی زندگی مینٹل ہاسپٹل میں گزارنے کا کوئی شوق نہیں۔“ اس نے اس بات کے ساتھ اسے ہمیشہ کے لیے خدا حافظ کہہ دیا تھا آج بھی وہ اس کے سامنے کھڑا تھا یہ اس کے محلے کا قریب ترین کلینک تھا جو اس نے دو دن قبل جوائن کیا تھا۔

وہ ریا کی دھمکی کو اتنا سیریس نہ لیتی مگر اسے پولیس اسٹیشن میں گزرا دی جانے والی وہ رات بہت کچھ سمجھا رہی تھی جہاں اس آفیسر کی موجودگی اس پریشان حال لڑکی کے لیے آرام کا سبب بنی تھی اسے اس رات لاک اپ میں ہونا چاہیے تھا اس کی فائرنگ سے پولیس کے بندے ہسپتال میں پڑے تھے۔ اس کے باوجود ایک افسر کے آرڈر پر اسے وہاں پروٹوکول مل رہا تھا یہی بات تھی جس سے وہ خوف زدہ تھی ایک افسر کی حمایت اسے فرش سے اٹھا سکتی تھی تو دوسری آفیسر پولیس کی نفرت اسے مینٹل ہاسپٹل بھی پہنچا سکتی تھی۔

”میں اس سے مل کر آیا ہوں۔ اس پر اپنے اور تمہارے متعلق کلیئر کر آیا ہوں اس جھوٹ کا سہارا لے کر بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ امر کے لیے میری جو بھی فیلنگو ہیں وہ یک طرفہ ہیں مگر وہ کوئی بات نہ سمجھنے کو تیار نہیں۔“ اس کی آواز میں سنجیدگی کے

ساتھ پریشانی نمایاں تھی۔ اس کے ہاتھ متحرک تھے وہ ایک بڑے سائز کے کارڈن سے مختلف ادویات کی شیشیاں نکال کر ایک میں رکھتی جا رہی تھی۔ وہ اس کی طرف بٹھی۔

”پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے کسی جھوٹ کا سہارا نہیں لیا دوسری بات وہ تمہاری کوئی بات سننے کو تیار نہیں اور وہ مجھے نقصان پہنچانے کی یہ سب مجھے مت سناؤ۔“ اس کی پیشانی پر کلیئر نہیں۔ ”تم دونوں کی ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ بازی، ضد، انا اس کے نیچے میں تم دونوں ایک دوسرے کی غلطیاں ڈھونڈ کر پھر پلیٹ میں رکھ کر ایک دوسرے کو پیش کرتے ہو۔ میں ڈاکٹر باسل کی مہربانی سے تم دونوں کے متعلق بہت کچھ جان چکی ہوں بہتر یہی ہے کہ اپنی اس ضد کو کسی قسم کی فیلنگ یا میری فکر کے ساتھ منسوب کرنے کی ضرورت نہیں۔“

اس کے آخری جملے نے اس شخص کو پریشان کیا اس کا دل چاہا کاش اس کے پاس جادو کی چمڑی ہوتی جسے گھما کر وہ اس غیر سنجیدہ ڈاکٹر کو اپنے حضور پیش کرتا پھر اسے میٹھی چائے کے حمام میں ڈبو کر، حمام کے دروازے پر ہمیشہ کے لیے تالا لگا دیتا۔

☆☆☆

اس کے جانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ وہ سرخ چہرے کو دونوں ہاتھوں سے دباتے ہوئے کھڑکی کی جانب آئی کمرے کی گرامہٹ اس کی لیے ناقابل برداشت ثابت ہو رہی تھی۔ کھڑکی کو پورا کھولنے کے باوجود اس کا چہرہ آگ اگل رہا تھا۔ کھڑکی کے پار سب کچھ واضح اور قابل ستائش تھا۔ اس حدنگاہ روشن سوسائٹی کے عین سامنے مرکز کے پار اندھیرے میں اترے علاقے کا مکین کچھ دیر پہلے۔

اس سے کہہ رہا تھا۔ ”کہ تم مجھے اچھی لگتی تھیں مگر میں نے تم سے بھی محبت نہیں کی میں نے تمہیں کبھی اپنے فوج کے حوالے سے لمحہ بھر کر کوئی خواب نہیں دکھایا۔ میں کبھی تمہاری خواہش میں مبتلا نہیں

ہوا، اقتدار اختیار کی اس جنگ میں چھوٹے گھر کے مالک اس شخص کو وہ اس کی مرضی کے بغیر حاصل نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس کی نسبت وہ ایک طاقت ور ادارے میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھا۔ وہ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی مگر خاص اور عام کی اس جنگ میں وہ ایک عام سی لڑکی کے مقابلے میں ہار جاتی۔ کیا یہ ممکن تھا؟

☆☆☆

”کیا میں اور آپ نہیں جانتے سر! یہ ہر طرح کے مافیاز گروپ ہر خرابی کا نیت ورک چلانے والے کسی نامی بہروپ میں ہمارے بیچ ہمارے — آس پاس ہی رہتے ہیں ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی دباؤ کے تحت اور بھی ایمان دار پولیس افسروں کے ہاتھوں بے نقاب ہو جائیں پھر گرفتار بھی ہوں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تو ریکارڈ کے مطابق ریا کا جو نمایاں مقام ہے، وہ اسی قسم کی مافیاز کی گرفتاریوں کے نتیجے میں ہے۔

سعودی سرگرمیوں کے ساتھ بنی کے کمرے میں جا رہا تھا اس کے ذہن میں سان کی یہ باتیں گونج رہی تھیں، پس پردہ وہ ایسے یہ بتا رہا تھا کہ درحقیقت یہ لوگ بھی امرتسنی تو کبھی اس جیسے اور جنونیوں کے ہاتھوں بے نقاب ہوتے ہیں تو ریا جیسے ذمہ دار افسران کے لیے ان پر ہاتھ ڈالنا آسان ہو جاتا ہے پھر وہ پتھرے بھی جاتے ہیں صرف فائزر میں اور ریکارڈ کی حد تک، ایک جعلی پولیس مقابلہ۔

اصلی شہرت اور انعام و اکرام، درود و تحسین ریا اور اس جیسے کئی اور پولیس آفیسرز کے حصے میں آتا ہے۔ اس نے ہلکی سی دستک کے بعد دروازہ کھولا، اس نے دروازہ کھلنے پر پیچھے دیکھا وہ کمرے میں آتے باپ کا چہرہ دیکھ کر اس کے موڈ کا اندازہ لگا سکتی تھی وہ بھی بنی کا سرخ متورم بیچکا چہرہ دیکھ کر اس کی اندرونی توڑ پھوڑ کا اندازہ لگا سکتا تھا۔

وہ کمرے کی کھڑکی بند کرنے کے بعد اس کے سامنے آیا اس کے چہرے پر غصہ اور ماتھے پر ٹیل

تھے۔
”تم نے یہ کیس سان کے سپرد کر کے مجھ سے یہ بات چھپائی تھی مگر۔“

”میں جانتی ہوں یہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔“ وہ ہنسی آواز کے ساتھ بولی۔
”جب کچھ خواہش اور توقع کے خلاف ہوتا ہے تو پھر خود کو برتر سمجھنے والے ہر خاص پر آشکار ہوتا چاہیے کہ ان لحاظات میں وہ بھی اسی کیفیت کا شکار ہوتا ہے جیسے عام سے انسان ہوتے ہیں جس شخص کو اس نے عمر بھر چاہا، وہ کسی اور کو اپنانا چاہتا تھا۔

”میرے مقابلے میں وہ ایک عام سی معمولی سی لڑکی جیت جائے گی بابا وہ سان کو پالنے لگی اور میں۔“ اس کی آنکھوں سے بھی دہی پانی جیسے آنسو گرے، ان آنسوؤں کا پانی بھی ٹمکین تھا اس میں کوئی خاص ذات نہیں تھا۔

اس کے باپ نے ایک گہری سانس لی وہ اس وقت اس کا دکھ بانٹنے کے موڈ میں نہیں تھا وہ اسے سمجھانے آیا تھا۔

”اب اپنا کوئی بھی پلان مجھ سے چھپا کر دوبارہ کوئی غلطی مت کرنا سان! مجھے کھول کھول کر بتا گیا ہے کہ وہ ہر بات کی تہ تک پہنچ چکا ہے اگر اپنی ساکھ اور اپنا عہدہ بحال رکھنا چاہتی ہو تو اس معمولی لڑکی کی جیت پر مٹی ڈالو۔“

وہ اگلی اٹھ کر دو ٹوک انداز اور قطعی لہجے میں مخاطب ہوا۔ وہ ٹمکیں جھکتا بھول گئی۔ اس کی نظروں کی بے بسی نے باپ کو پھلایا مگر یہ وقت اس کے سامنے کمزور پڑنے کا نہیں تھا بلکہ کمزور کی جیت کی وجہ بتانے کا تھا۔

اس نے چہرہ پھر کیا۔
”تمہیں بتاؤں کہ کمزور کیوں جیت جاتا ہے؟“ اس نے اپنے باپ کو کہتے سنا۔
”جب طاقت ور سے غلطی ہوتی ہے۔“ اتنا کہہ کر وہ رکائیں تھا۔

بنی کی تکلیف اور اس کی بے بسی کو برداشت کرنا

صرف جنرل اسٹور کے مالک حسن اسلم کے لیے ہی مشکل نہیں تھا۔

☆☆☆

”اے ایس پی ریاسے غلطی ہوئی اس نے اس کیس کی فائل کے ساتھ مجھے بھی تمہارے پنڈ اور کیا، میں اس کی غلطی ہوں پھر بھی میں تمہیں اجازت نہیں دوں گی کہ تم مجھے پلیٹ میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کرو کہ دیکھو۔ میں اس بار بھی جیت گیا۔ چند لمحے اسے ساٹ نظروں سے دیکھنے کے بعد وہ پھر سے ان بڑی بڑی بوتلوں میں بھرے نیلے پیلے شربتوں کو چھوٹی چھوٹی شیشوں میں ڈالنے لگی۔

”تمہیں دوبارہ یہاں جاب نہیں کرنا چاہیے تھی۔“ (یونی میں ایڈمیشن سے پہلے اس نے نرسنگ کورس کیا تھا وہ یہاں جاب کرتی رہی تھی) تم واقعی بھول چکی ہو کہ کون سے زخم پر کس قسم کا مرہم رکھنا ہے۔“ وہ زخمی سے تاثر کے ساتھ بولا۔ ”اس سے لوگوں کا نقصان ہو سکتا ہے۔“ وہ بات آگے بڑھانے کے لیے اسے غصہ دلانا چاہتا تھا دراصل وہ اس کے اندر بھرے غبار کو غم و غصے کو راہ دینا چاہتا تھا۔

”تم لوگوں کے نقصان کی فکر میں مجھے اس کلینک سے نکلوانے کا اختیار رکھتے ہو۔ نکلنا تو، مگر مجھے اس نقصان سے مت ڈراؤ جس سے بچنے کے لیے مجھے تمہاری زندگی کا حصہ بننا ہوگا۔“ وہ طنز سے مسکرائی اس کا چہرہ گلابی ہو رہا تھا وہ ہر بات پر بدگمان ہو رہی تھی وہ بھول گئی جو اس وقت آنکھوں میں خشکی لیے اسے دیکھ رہا تھا جب اسے کھلا جوتا تنگ کر رہا تھا وہ اس کے پیچھے تنگ ملی میں آیا تھا۔ وہ اس کے لیے جنرل وارڈ میں بھی آیا تھا۔ اس نے اب جانا وہ پرواہ نہیں تھی وہ اسے کھونج رہا تھا اپنی اور اس پولیس آفیسر کی مقابلہ بازی کی وجہ سے سنان نے اس گلابی پڑتے چہرے کو بغور دیکھا۔

”تم دونوں کی جنگ میں کم از کم میدان میں کودنے والا تیسرا فرد میں نہیں ہوں، میدان میں اترنے والے لوگ کمزور نہیں ہوتے۔“ وہ کچھ محفوظ سا

ہو کے بولا (غبار کو چھٹنا چاہیے تھا) ”ہاں وہ کمزور نہیں ہوتے مگر انہیں ڈرا، ڈرا کے کمزور کر دیا جاتا ہے۔“ وہ تیغ ہوئی۔ (وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے قریب تھا)

”میں تمہیں بہادر سمجھتا تھا،“ اکسانے والا لہجہ ”کمزور طبقے کا انسان بہادری دکھائے تو جواب میں ذلیل ہوتا ہے اور ہم کمزور لوگ بھی باوقار ہوتے ہیں اس لیے ذلیل ہونے سے ڈرنا کہتا ہے جان صاحب پہلے نکاح ہوگا پھر ایک بختے بعد میری فیملی آجائے گی تب رحمتی ہوئی، تم ایسی کہانیوں سے میرے ابا ابا کو مائل کر سکتے ہو مجھے نہیں کیونکہ ایسی کہانیوں کا انجام میں جانتی ہوں۔“

اس کا چہرہ ہی نہیں لہجہ بھی خستہ رہا تھا۔ ”انجام جانتی ہو پھر میں اس بھورے کا رڈ کو اب تک اپنے پاس محفوظ رکھا ہوا ہے۔“

اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا نگاہیں ملیں شاید وہ مبہم سا مسکرا رہا تھا کوئی وزنی چیز سر پر گری وہ اس کا بیک چیک کر چکا تھا اس کا تھمتا تا چہرہ خنڈا تھا ہوا۔ ”کیونکہ اس بھورے کا رڈ پر لکھی تحریر کے نیچے ایک جملہ اضافی تھا جو امرحسینی نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔“

”میں اس وقت ڈیوٹی پر ہوں اور بہت مصروف ہوں اگر تم نے مزید بات کرنی ہے تو باہر کہیں میرا انتظار کر سکتے ہو تمہیں پتا ہے میں یہ نہیں کہہ سکتی کیونکہ تم ہمارے جیسا انسان نہیں ہو کیونکہ تمہارا عہدہ بہت بڑا ہے۔“

”وہ نگاہ چرا کر بولی مگر اس کی گردن سیدھی تھی دوسرے نظروں میں وہ اسے جانے کا کہہ رہی تھی سنان نے اس رخ و تند لڑکی پر شام کی نگاہ ڈالی پھر اس کی جانب پیش قدمی کی۔

”پہلے میں بھی یہیں سمجھتا تھا مگر ایک دن میں می بوتیک کے آگے شاپنگ مال کی سیزھیوں پر گھنٹہ ڈیڑھ سرد ہوا جھیلنے کے بعد مجھے پتا چلا کہ فکر عہد سے بھی بڑی ہوئی ہے امرحسینی کی فکر۔“

وہ اس کی پیش قدمی پر جربز ہوئی تھی یا اس کے لیے کی نرمی پر۔
”میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔“ وہ شیشی جس میں اس نے بنزداد اڈالی تھی اب اسے سرخ سے بھرنے لگی۔

”اف!“ وہ کب کنفیوژ ہوئی۔

”اور تمہیں پتا ہے طاقت ور کو جیتنے کا موقع کب ملتا ہے جب کمزور پیچھے ہٹ جاتا ہے۔“

اس نے اس کی بات کو سنا تھا وہ اس کی بات کو سمجھی بھی تھی اسے یہ بھی پتا چل گیا وہ کنفیوژ کب ہوئی جب وہ آگے اس کی جانب بڑھا تھا اب وہ چہرہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

”اور جسے تم فکر سمجھ رہی ہو یہ محبت ہے۔“ حسی کے گھر کے کھلے کھن جیسی محبت، کھلا کھن جب شام ڈھلنے سے قبل سرد ہو جاتا ہے تو کیا وہ انجینی ہو سکتا ہے کیا اسے چھوڑا جا سکتا ہے وہ اس کی بات پر یقین کر سکتی تھی یا پھر کرنا چاہتی تھی مگر اس کا ذہن اس بات میں اٹک چکا تھا۔ طاقت کو جیتنے کا موقع اس وقت ملتا ہے جب کمزور پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

وہ نکاح نامے پر سائن کر رہا تھا پھر دوست احباب سے مبارک باد وصول کرتے ہوئے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا جسے یقین تھا کہ وہ اس کی کہانی کا انجام جانتی ہے لیکن وہ انجام بدلنے پر حیران تھی اس تقریب کے اختتام پر جب سب رخصت ہو چکے تھے سنان اسے نکاح کی مبارک باد دے رہا تھا تو اسے یقین آ گیا کہ اس کہانی کا انجام بدل چکا ہے۔

☆☆☆

”میری ماں ان عورتوں میں سے ہے جو بیٹھا بہت کھاتی ہیں مگر واک اور ایکسرسائز نہیں کرتیں اماں کا بھی دل چاہتا ہے ان کی ڈیرنگ اور ان کے لباس کا پرنٹ ایسا ہو جس میں وہ اسمارٹ لک دے سکیں اور انہیں خواہ خواہ کا اسمارٹ سمجھا ہی نہیں جائے۔“

یہ سب بتاتے اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی

جبکہ امر کے اندر ایک دم سناٹا سا اترآ، ابھی گاڑی میں ہال آتے ہوئے راستہ بھر وہ نکاح کا فنکشن اپنی ٹیلی کے تمبرے اپنے ماں باپ کی واپسی وہ دنیا جہاں کی باتیں کر رہا تھا مگر اس کی کسی بات میں نہ وہ خود تھا نہ کہیں وہ تھی۔

وہ اس کے ساتھ گھر میں قدم رکھ رہی تھی وہ خود کو پرسکون رکھتے ہوئے دھیسے سے بولی۔

”یہ ناممکن ہوگا مطلب میں جموٹی تھریوں سے ان کی جڑی صحت بڑھاؤں گی آپ دیکھنا میں کسی نہ کسی طرح انہیں واک پر مائل کر لوں گی۔“

وہ قدرے حریف کی بولی وہ محظوظ سا ہوا۔

”میں تو جانے کب دیکھ پاؤں مگر تم انہیں واک کا عادی کر لینا۔“ کچھ تھا جو دل پر ضرب کی طرح لگا ان کے نکاح کو تین دن ہو چکے تھے چارو دنوں بعد اس کی رخصتی تھی۔ ان تین دنوں میں پچاسویں بار تھا وہ فوجہ کی ہر بات میں خود کو غیر حاضر کر رہا تھا کیا وہ اس کو اپنے ساتھ رکھنے کے بجائے اس گھر میں اپنے والدین کے پاس چھوڑ کے جانا چاہتا تھا وہ اس کے ہم قدم تھا۔

وہ گہری حیات کا مالک اس کو دیکھے بنا محسوس کر سکتا تھا وہ اس کی بات پر اپ سیٹ ہوئی تھی۔
”تمہیں یاد ہے اس شہر میں ایک ایسا کیفے ہے جہاں ایک قدیم رسم تازہ کی جاتی ہے۔“

ہاں اسے یاد تھا اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
”اس رسم کی بنیاد انڈس کے قصبہ خانوں میں پڑی تھی۔“ اب وہ راہداری کے وسط میں تھے۔
”تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں جنگجو جنگ پر جانے سے پہلے قصبہ خانوں میں آئے تھے۔ وہ شام کے سیاہ پڑتے ہی اپنے کسی بہت پیارے سے ایک ملاقات کے لیے آئے تھے۔“

اس نے کان میں سرگوشی کی وہ راہداری کو چھوڑ چکے تھے لان کے کنارے پر کھڑی وہ ساکن پلکوں کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

”شادی کے کچھ دنوں بعد تم ایک شام اس کیفے

”میرے پاس بہت سی باتیں ہیں۔“ وہ منجیدہ ہوا۔ ”اگر میں غزہ کے سفر سے لوٹ آیا تو تمہیں بتاؤں گا اس موسم بہار میں جب اس درخت کے پھول گولانی کی شکل میں ٹھیکیں گے اور ان کی خوشبو پھیل ہوگی تو اسی جگہ پر میں اپنی اور تمہاری باتیں کروں گا ہم اسی جگہ صدیوں پہلے کی باتیں کریں گے۔ جب ہم ملے تھے۔“ اور سڑکی لباس میں ملیوں اس لڑکی کے ٹکڑا میں ہر ایک چیز نے تاثر پکڑا۔

”میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں نے صدیوں تمہارے لباس کا مشکل رنگ یاد رکھا۔“ وہ ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا وہ اس ہاتھ کی اداسی محسوس کر سکتا تھا۔ ”سان کیا واقعی؟“ اس کی آواز میں وحشت اتری۔ ”اور یہ بھی یاد رکھنا جو تہ خانوں سے ملاقات کے لیے جاتی ہیں انہیں پتا ہوتا ہے کہ کس قسم کے ذمہ پر کون سا رہم رکھنا ہے۔“ اس کے ہاتھ میں موجود ہاتھ کی بے قدری بیلاری تھی۔

”جس امرحنی کو ڈھونڈ کر میں نے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے اگرچہ وہ جانتی ہے کہ محبت سرد رہتے ہے مگر مجھے یقین ہے وہ ان راستوں پر کسی کو بھی تلاش کرنے کی غرض سے دوبارہ گم نہیں ہوگی کیونکہ وہ یہ بھی جانتی ہے وقت کو قید نہیں کیا جاسکتا مگر اسے آواز تو دی جاسکتی ہے۔“ وہ اسے دیکھ رہی تھی وہ اس کے ہاتھ کو پرسکون کرنے کے لیے اسے مشکل رنگ کے کارڈ پر کوئی تحریر بنا رہا تھا۔ وہ اس ماحول کی خوب صورتی میں اضافہ نہیں اس ماحول کی خوب صورتی کی وجہ ثابت ہو رہی ہے۔ اس کی بھی آنکھوں کے کناروں پر مسکراہٹ چمک رہی تھی۔

وہ اسے بتا رہا تھا کہ صدیوں تک کے لیے میری آنکھوں نے وہ منظر قید کر لیا تھا جب روشنی ایک زمانے کو چھوڑ کر صرف تمہارے چہرے تک محدود رہ گئی تھی اس منظر میں جھلکتی خوروشی اور کشش کسی دوسری جگہ پر کوئی دوسرا انسان مدتوں تک بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

☆☆

میں آتا اور شام کے سیاہ پڑتے ہی میں بھی آجاؤں گا۔“

اس نے جو سمجھا کیا وہ سچ تھا اس کی سائیں آنکھیں میلی ہوئیں۔

”ہم خاموش رہ کر بس ایک دوسرے کو دیکھتے رہیں گے۔“ وہ کہہ رہا تھا پھر اس کی آنکھوں کے پتک اسٹون کو چھو کر اس کے ہاتھ کی انگلی کو مٹھی میں لے کر آگے بڑھا۔ ”وقت کو قید نہیں کیا جاسکتا مگر اسے آواز تو دی جاسکتی ہے۔“

اس نے جسم سا ہو کر مجھ سے کارڈ پر لکھی اس اضافی تحریر کو دہرایا جو اس کے ہر اوچلتی لڑکی نے کسی بے اختیار سے ہل میں لکھ چھوڑی تھی۔

”آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔“ اس نے انگلی چھڑا جاتی۔

”تمہیں؟“ اس نے انگلی چھوڑ دی ”میں یہ جملہ اس لیے دہرا رہا ہوں تاکہ تم اسے ذہن نشین کر لو۔“ وہ بہت دیر سے بولا اس کا حلق ٹھیکن ہوا گویا اس نے جو سمجھا وہ سچ تھا۔

اس نے انگلی چھوڑ دی اور ہاتھ پکڑ لیا پھر دوسرے ہاتھ کی مٹھی محول کر اس کے سامنے کی اس کی ہتھیلی پر ایک سیاری تھی۔

”شاعی میوہ! اف!“ وہ ہلکی جھپکا کر رہ گئی۔

”یہ سچ ہے کہ میرے پورے کیریئر میں کم از کم کسی لڑکی نے میرا دماغ اس قدر نہیں ٹھنایا ہوگا۔“ وہ ہنسا ”ایک سیدمی سادھی سیاری کو پراسرار بنانے کے لیے اس کا سوف بنا کر شیشی میں بھرنے کے باوجود اب ہم اسے بچوں کی پتلی سے نہیں بچا سکتی اس کی بھری ہو چکی ہے۔“ وہ پھر سے ہنسی۔ وہ خفت کا شکار ہوئی سیاری اسے واپس کرتے ہوئے اسے خفگی سے دیکھا۔

”اگر آپ کی باتیں ختم ہو گئی ہیں تو چلیں۔“ سان کی مسکراہٹ سنی وہ اس کی ٹیٹلو سمجھ سکتا تھا وہ کس کی بات پڑ سٹرب ہو چکی تھی وہ اس سے دنیا جہان کی باتیں سننے کے بجائے صرف اس کی سنتا چاہتی تھی۔